Title

BSWT

03

meat one

02

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین کراچی

جون 2016ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	ذیشان محمود
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org
آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750 | 0333-4573885
ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0322-2120004 | 021-35393912
اشتہارات کے لیے
0332-8278537
marketing@fahmedeen.org

زرِ تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرونِ کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرونِ کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرونِ ملک بدل اشتراک	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل ندیم	داسا پرنٹر	دفتر فہمِ دین

زیرِ سرپرستی
عبدالستار رحمہ اللہ

پیشِ نظر

فہم و فکر

رمضان اور "فہمِ دین"	مدیر کے قلم سے	06

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	08
فہمِ حدیث	مولانا محمد ادریس صاحب	09
آئینۂ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار صاحب رحمہ اللہ	10

مضامین

مقامِ صحابہ اور محبتِ رسول ﷺ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	13

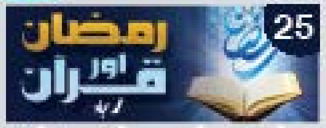

خوش حال گھر	محمد فاروق ملک	26
رمضان اور زکوٰۃ	غلام عباس	29
کاش ہے ایک خدا اگر میرے لیے ہے	کلیم اللہ ہشام	33
مسائل، پولیس اور ٹیکس	مفتی محمد توحید	34
نبی کریم ﷺ بحیثیت معلمِ اعظم	حکیم شمیم احمد	36

خواتینِ اسلام

طالبات سے قیمتی باتیں	حضرت مولانا عبدالستار خلیفۃ اللہ	42
اسلام کا نظریۂ صحتِ مرض	ترتیب: ستارہ احمد خان	44

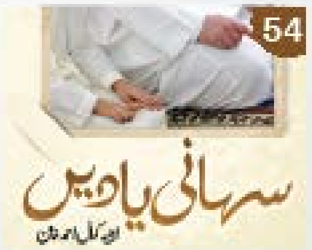

باغیچۂ اطفال

بچوں کے فن پارے	آرٹ پیج	62

بزمِ ادب

موسم گرما اور ماہِ صیام	شاعر بشیر جون پوری	68
رمضان المبارک	ارسلان اللہ خان	69
لباسِ تقویٰ	خالد اقبال تائب	69
خواہش	جوش ملیح آبادی	69
گلدستہ	راشد حسین قاسم	70

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	72

میگزین ملنے کا پتہ
کراچی

صدر

رزاق بک سیلر	صدر
اقبال نعمانی	صدر
دار الاشاعت	صدر

پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس

وراثتی بک شاپ	دھوراجی
اسکائے اسٹیشنری	شرف آباد

کلفٹن

بک او شین	بلاول ہاؤس

ڈی۔ایچ۔اے

طارق بک ہاؤس	خدا مارکیٹ
داؤد بک شاپ	خدا مارکیٹ
بک ٹاؤن	19 اسٹریٹ
ڈیفنس بک شاپ	اتحاد
علم اسٹیشنری	دہلی کالونی

شاہ فیصل کالونی

مکتبہ فاروقیہ	شاہ فیصل کالونی
مکتبہ یوسفیہ	شاہ فیصل کالونی

جمشید ٹاؤن

اسٹار بک سینٹر	پی۔ای۔سی
اسلامی کتب خانہ	نیو ٹاؤن، بنوری ٹاؤن

ناظم آباد

مسرور بک سینٹر	ناظم آباد

گلشنِ اقبال

مظہری کتب خانہ	گلشنِ اقبال

کورنگی

اقبال کیو پبلیکیشن	دار العلوم کراچی

Wasa
07

رمضان اور قرآن کا بہت گہرا تعلق ہے، رمضان المبارک میں قرآن کریم پورے کا پورا لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر اترا، ہر رمضان میں حضرت جبریلؑ نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید کا دور کرنے کے لیے تشریف لاتے تھے، حتی کہ نبی کریم ﷺ کی اس دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے آخری رمضان میں جبریلؑ دو مرتبہ تشریف لائے۔

رمضان اور رب کی رحمتوں میں بھی بہت گہرا تعلق ہے۔ جنت سجائی جاتی ہے جو رب کی رحمت کی جگہ ہے، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، جو رب کی غضب کی جگہ ہے، شیطان قید کر لیا جاتا ہے، جو رب کا دشمن ہے اور ہر رات بہت سے گناہ گاروں کو جہنم سے آزادی کا پروانہ ملتا ہے اور یہ رحمت رمضان کے اخیر تک ہر روز بڑھتی ہی جاتی ہے، حتی کہ چاند رات میں تو جہنم سے اتنے گناہ گاروں کو رہائی ملتی ہے، جتنوں کو پورے ماہِ رمضان میں آزاد کیا جاتا ہے۔ پھر رمضان کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا تو ہے ہی جہنم سے خلاصی کا۔

"ماہنامہ فہمِ دین" بھی نیکیوں کی اس دوڑ میں کسی سے کم نہیں، یہ بات تو بجا ہے کہ "کیا پدی، کیا پدی کا شوربہ" لیکن پھر بھی یہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوانا چاہتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ رمضان اور "فہمِ دین" میں بھی بہت گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ رمضان سے پہلے جنت کو سجانا شروع فرما دیتے ہیں، نبی کریم ﷺ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا اِلٰى رَمْضَانَ کی دعا دو مہینے پہلے سے ہی مانگنا شروع فرما دیتے اور رمضان آنے سے پہلے ہی اپنی کمر کس لیتے۔ جس مہینے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ محبت کرتے ہوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ "فہمِ دین" اس سے محبت نہ کرے! حاشا وکلا! تو ہم بھی کئی مہینے پہلے سے ہی "فہمِ دین" کو رمضان کے لیے سجانا شروع کر دیتے ہیں اور یہ سب آپ لوگوں کے تعاون سے ہوتا ہے، کہیں کی کلی، کہیں کا گلاب... ملتے ملتے حسین گل دستہ تیار ہوتا ہے۔

ابو عاتکہ توحید نے "دورِ نبوی ﷺ... اِک ترقی یافتہ دور" میں اپنے ادیبانہ قلم سے جو دورِ نبوی ﷺ اور دورِ جدید کی تصویر کھینچی ہے، وہ اس گل دستے کا جھومر ہے، "میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟" مسلمانوں کے لیے اخلاقِ نبوی اختیار کرنے پر کام یابی کی منہ بولتی تصویر ہے، "رمضان اور قرآن" نے فکری بھول بھلیوں سے بچانے کی کوشش کی ہے، "تپتی زمین پر بہار مسکرائے" ایک مفید اور رقت انگیز تحریر ہے، "خوش حال نگر" بہت دِل کش اسلوب میں آسمان کی برکتیں حاصل کرنے کا ایک انوکھا طریقہ ہے، جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، "اسلام کا نظریہ صحت و مرض" میں رمضان اور سنتِ نبوی ﷺ کے حوالے سے چند اہم غذاؤں کا تذکرہ ہے، جسے آج کی سائنس تسلیم بھی کرتی ہے، اور وہ روزے کے لیے مفید بھی ہیں۔

بچو! آپ کیوں اداس ہیں؟ آپ کے لیے بھی بڑی دل چسپ کہانیاں ہیں۔ پتا ہے ڈاکٹر الماس روحی کے سونو کو دادا جی نے کونسی اچھی باتیں بتائیں، جن سے اس کا رمضان بھی سنور گیا اور زندگی بھی اور ہاں صبا یونس قریشی کے ریحان نے تو کمال ہی کر دیا، اس نے تو سب بچوں کو ہی پیچھے چھوڑ دیا، اب کوئی بچہ اس سے آگے نکلے تو بات بنے اور سنت سیریز کی عائشہ، فروا اور عفرا کو تو آپ بہت اچھی طرح جانتے ہیں، اس بار انہوں نے ایک "یادگار افطاری" کا انتظام کیا ہے! پڑھ کر ضرور بتائیے گا کہ سونو، ریحان اور یادگار افطاری میں سے آپ کو کیا اچھا لگا۔ ارے ہاں! "بچوں کے فن پارے" تو ہے ہی آپ کا صفحہ... جنہیں آپ سجاتے ہیں اور ہم لگاتے ہیں۔

قارئین گرامی! یہ کوشش تو فہمِ دین کی پہلے سے ہی ہوتی ہے کہ "فہمِ دین" ہمیں رب کی رحمتوں کے قریب کرنے کا ذریعہ بنے، رمضان کو اچھے انداز میں گزارنے میں معاون بنے، چناں چہ ہم صفحات زیادہ کرنے کے باوجود بھی مزید زیادہ کرنے سے ہچکچاتے رہتے ہیں، لیکن اس تنگیٔ داماں کی وجہ سے جن قلم کاروں کی تحریریں اس "جشنِ بہاراں" کی زینت نہیں بن پاتی تھیں، انہیں منانے کے لیے ہمیں ایک اور اداریہ لکھنا پڑتا تھا، لیکن اب کی بار ایسا نہیں ہو گا، کیوں کہ اب کی "بزمِ رمضان" سبھی ہی سب کی چھکتی مہکتی تحریروں سے ہے۔

ہاں ایک شکایت ہو سکتی ہے اب بھی... پتا ہے وہ کیا؟... کہ مدیر صاحب نے میری تحریر کی تراش خراش کچھ زیادہ ہی کر دی ہے... تو پیشگی عرض ہے کہ رمضان صبر کا مہینہ ہے، اس کا تو سبق ہی "معاف، دل صاف" ہے۔ اگر یہ نیا بناؤ سنگھار نہ ہوتا تو پھر شاید "نیکیوں کے اس موسمِ بہار" میں شرکت بھی مشکل ہو جاتی۔

قارئین گرامی! سب سے پہلے رمضان، پھر رب کا قرآن اور پھر ہم سب کا "فہمِ دین" اس کی ہر تحریر پڑھیں، جو اچھی لگے، وہ بار بار پڑھیں، دوسروں کو پڑھائیں بھی اور سنائیں بھی، تاکہ کسی طرح ہمارا رمضان اچھے سے اچھا بن جائے اور ہاں کیسا لگا اب کی بار کا "فہمِ دین"... بتانا نہ بھولیے گا... کیوں کہ آپ ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ والسلام اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

البقرہ 260

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىۡ كَيۡفَ تُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ يَاۡتِيۡنَكَ سَعۡيًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ (260)

ترجمہ: اور (اس وقت کا تذکرہ سنو) جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ میرے پروردگار! مجھے دکھایئے کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟ اللہ نے کہا: ”کیا تمہیں یقین نہیں؟“ کہنے لگے: ”کیوں نہ ہوتا؟ مگر (یہ خواہش اس لیے کی ہے) تاکہ میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو جائے۔“ اللہ نے کہا: ”اچھا! تو چار پرندے لو اور انہیں اپنے سے مانوس کر لو، پھر (ان کو ذبح کر کے) ان کا ایک ایک حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دو، پھر ان کو بلاؤ، وہ چاروں تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے اور جان رکھو کہ اللہ پوری طرح صاحبِ اقتدار بھی ہے، اعلیٰ درجے کی حکمت والا بھی۔“ (260)

تشریح: اس سوال وجواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ بات صاف کر دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ فرمائش خدانخواستہ کسی شک کی وجہ سے نہیں تھی، انھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر پورا یقین تھا، لیکن آنکھوں سے دیکھنے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ اس سے نہ صرف مزید اطمینان حاصل ہوتا ہے، بل کہ اس کے بعد انسان دوسروں سے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، دلائل سے اس کا علم حاصل کرنے کے علاوہ آنکھوں سے دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہر وقت مردہ کو زندہ کرنے کا مشاہدہ کرا سکتی ہے، مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک کو یہ مشاہدہ نہ کرایا جائے اور بات دراصل یہ ہے کہ یہ دنیا چوں کہ امتحان کی جگہ ہے، اس لیے اصل قیمت ایمان بالغیب کی ہے اور انسان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ ان حقائق پر آنکھوں سے دیکھے بغیر دلائل کی بنیاد پر ایمان لے آئے، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام کا معاملہ عام لوگوں سے مختلف ہے۔

لغتِ قرآنی

اَرِنِيۡ: مجھے دکھایئے — كَيۡفَ: کیسے — تُحۡيِ: آپ زندہ کرتے ہیں

اَلۡمَوۡتٰى: مردے — بَلٰى: کیوں نہیں — فَخُذۡ: تو لو — اُدۡعُهُنَّ: ان کو بلاؤ

اَلطَّيۡرِ: پرندے — صُرۡهُنَّ: مانوس کر لو — جَبَلٍ: پہاڑ — سَعۡيًا: دوڑتے ہوئے

توبۃً نصوحاً کیا ہے؟

حضرت علیؓ نے فرمایا:

جس توبہ میں چھ چیزیں جمع ہوں، وہ التوبۃ النصوح ہے

1... اپنے گزشتہ برے عمل پر شرمندہ ہو۔

2... جو فرائض وواجبات چھوڑ دیے تھے اس کو قضا کرے۔

3... کسی کا مال ظلماً لیا ہوا ہو تو اس کو واپس کرے۔

4... کسی کو زبان یا ہاتھ سے ستایا ہو تو اس کی معافی مانگے۔

5... جس طرح گناہ کر کے اپنے نفس کو اللہ کی نافرمانی میں دیکھا ہے اب وہ اسے اطاعت کرتے ہوئے بھی دیکھے۔

6... آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا عزم کرے۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيۡلَةٍ مِنۡ شَهۡرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيۡنُ وَمَرَدَةُ الۡجِنِّ وَغُلِّقَتۡ اَبۡوَابُ النَّارِ فَلَمۡ يُفۡتَحۡ مِنۡهَا بَابٌ وَفُتِحَتۡ اَبۡوَابُ الۡجَنَّةِ فَلَمۡ يُغۡلَقۡ مِنۡهَا بَابٌ وَيُنَادِىۡ مُنَادٍ يَا بَاغِىَ الۡخَيۡرِ اَقۡبِلۡ وَيَا بَاغِىَ الشَّرِّ اَقۡصِرۡ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيۡلَةٍ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے سارے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ان کا کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور اللہ کا منادی پکارتا ہے کہ اے خیر اور نیکی کے طالب! قدم بڑھا کے آ اور اے بدی اور بدکرداری کے شائق! رک، آگے نہ آ! اور اللہ کی طرف سے بہت سے (گناہ گار) بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے (یعنی ان کے لیے مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے) اور یہ سب رمضان کی ہر رات میں ہوتا رہتا ہے۔“ (جامع ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں عالم غیب کے منادی کی جس کی ندا کا ذکر ہے اگرچہ ہم اس کو اپنے کانوں سے نہیں سنتے اور نہیں سن سکتے، لیکن اس کا یہ اثر اور یہ ظہور ہم اس دنیا میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ رمضان میں عموماً اہلِ ایمان کا رجحان اور میلان خیر وسعادت والے اعمال کی طرف بڑھ جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے غیر محتاط اور آزاد منش عامی مسلمان بھی رمضان میں اپنی روش کو کچھ بدل لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ملاء اعلیٰ کی اس ندا اور پکار ہی کا ظہور اور اثر ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا نام محمد ہے۔ آپؒ کی کنیت ابو عیسیٰ ہے۔ آپؒ خراسان کے ایک قصبے ”بوغ“ میں 209ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذیؒ نے بنیادی تعلیم اپنے قصبے ہی میں مکمل کی لیکن بعد میں حصولِ تعلیم کے لیے انھوں نے بہت دور دراز کے سفر کیے۔ ان کے اساتذہ میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داوٗد اور قتیبہ بن سعید رحمہم اللہ جیسی بہت سی عظیم الشان شخصیات شامل ہیں، تاہم ان کے اساتذہ کی طرح ان کے تلامذہ کی فہرست بھی اس قدر طویل ہے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ امام ترمذیؒ کا حافظہ اور یادداشت بھی اپنے استاذ امام بخاریؒ کی طرح خداداد تھی۔ ایک دفعہ خود استاذ محترمؒ نے آپؒ سے فرمایا: ”میں نے تم سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے بہ نسبت اس فائدے کے جو تم نے مجھ سے حاصل کیا۔“ حفظ واتقان اور علم وفہم کے ساتھ بہت زیادہ خدا ترس بھی تھے۔ حق تعالیٰ جلّ مجدہٗ کا خوف وخشیت ان پر اتنا غالب تھا کہ روتے روتے آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ سن 279ھ میں 70 سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔

لغاتِ احادیث

شَهۡر: مہینہ — صُفِّدَتۡ: جکڑ دیے جاتے ہیں — مَرَدَةٌ: سرکش

يُنَادِيۡ: وہ پکارتا ہے — اَقۡبِلۡ: قدم بڑھاؤ — بَاغِيۡ: طالب

اَقۡصِرۡ: آگے نہ آ — عُتَقَاءُ: رہائی دینا — كُلُّ لَيۡلَةٍ: ہر رات

کتنا خوش قسمت ہے

وہ انسان جو ایک ماہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو یاد کر لے اور حدیث کی یہ قیمتی دولت اپنے ساتھ قبر کا نور بنا کر لے جائے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَنۡ لَمۡ يَسۡاَلِ اللّٰهَ يَغۡضَبۡ عَلَيۡهِ

جو اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر غصہ ہوتے ہیں۔ (ترمذی)

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

رمضان کا ہم سے مطالبہ

حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ

رمضان کے اوقات..قیمتی لمحات

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان کی دولت نصیب کر رکھی ہے۔اسی ایمان کی بدولت اللہ مسلمانوں کو ایسے موسم دے دیتا ہے، جن میں تھوڑے وقت میں مسلمان زیادہ کمائی کر سکتا ہے۔اگر اسلام نہ ہوتا تو یہ دولت بھی نہ ملتی۔اسلام ہی کی بدولت اللہ نے کچھ ایسے دن رات دیے، ایک ایسا مہینہ دیا کہ تھوڑے وقت میں یہ مسلمان زیادہ کمائی کر سکتا ہے، جس کے پاس جتنی بڑی ایمان کی دولت ہو گی اس کے لیے اتنا بڑا کمائی کا موسم ہو گا۔

رمضان کا خیر مقدم

اللہ کے جتنے بھی بڑے ولی گزرے ہیں وہ اس مہینے کا کئی دن پہلے سے انتظار کیا کرتے تھے اور رات میں اللہ سے فریاد کیا کرتے تھے کہ اے اللہ !ہمیں یہ رمضان عافیت کے ساتھ عطا فرما۔پھر جس کے ایمان کا جوہر جتنا بڑھیا ہے وہ اتنا ہی اس رمضان کی قدر کرتا ہے، اس کی اہمیت کو سمجھتا ہے اور جس کے پاس خدانخواستہ ایمان کا کوئی خاص جوہر نہ ہو یعنی جس کا ایمان کمزور ہے، ایمان ہی کی قدر اس کی نظر میں نہیں تو اس کی نظر میں رمضان کا احترام بھی نہیں، اس کی قدر بھی نہیں۔وہ کیا جانے رمضان کیا ہے، وہ کیا جانے رمضان کی کیا دولت ہے؟اس میں اللہ نے کیا رحمتیں، کیا برکتیں، کیا نوازنے کے بہانے رکھے ہیں؟

میرے دوستو!جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہے ،اس کی زندگی میں رمضان آتے ہی بہتری آنا شروع ہو جاتی ہے۔پہلے چار نمازیں پڑھتا تھا، پانچ پڑھنا شروع کر دیں، نہیں پڑھتا تھا، اب پڑھنا شروع کر دی۔پہلے مسجد میں نہیں آتا تھا اب تراویح کے لیے بھی کھڑا ہو گیا، طویل رکعت میں اللہ کا کلام سن رہا ہے۔ پورا سال قرآن نہیں اٹھایا کرتا تھا، رمضان آتے ہی اللہ کے کلام کی تلاوت شروع ہو گئی۔یہ سب رمضان کی برکتیں ہوتی ہیں۔اللہ کی رحمت کا شامیانہ جب تن جاتا ہے تو آدمی اس کے نیچے کھنچا چلا آتا ہے۔

رمضان کا مقصد تربیتِ نفس

رمضان کا مطالبہ صرف روزہ نہیں ہے، صرف تلاوت نہیں ہے، صرف تراویح بھی نہیں، بلکہ رمضان ہم سے کچھ اور مطالبہ کرتا ہے۔یہ بات فکر کی ہے اور اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔اللہ حکیم بھی رحیم بھی ہے، رحمن بھی ہے۔لیکن اللہ جانتا ہے کہ یہ انسان ہے، اجازت تو مل گئی یہ زندگی کا مقصد ہی بھول بیٹھے گا۔رمضان دے دیا کہ اس سے اس کی زندگی کی ایسی تربیت ہو جائے کہ یہ اپنے مقصد کی طرف لوٹ آئے۔جو غفلت ہو رہی ہے اور زندگی کے اندر منصوبے اور مقاصد بنا رکھے ہیں کہ یہ میری زندگی کا مقصد ہے، یہ میری زندگی کا منصوبہ ہے، میں یہاں تک پہنچنا چاہتا ہوں اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے وہ بھول بیٹھا ہے۔اللہ تو مہربان ہے۔وہ کہاں اپنے بندوں کو یوں ہی چھوڑتا ہے۔رمضان کا مہینہ دے دیا کہ اس بندے کی ایسی تربیت ہو جائے کہ رحمتیں بھی برکتیں بھی اور پھر رمضان کی خصوصیتوں میں اس کی ایسی تربیت ہو جائے کہ یہ اپنے مقصد پہ آجائے کہ میرا اللہ راضی ہو جائے اور یہ مقصد تراویح، تلاوت سے بڑھ کر ہے لہٰذا یہ رمضان اس انداز سے گزاریں کہ ہماری زندگی کا صحیح مقصد ہماری زندگی میں آجائے۔

رمضان میں گناہوں سے مکمل پرہیز

میرے عزیزو! صحت اس وقت تک نہیں ملتی، جب تک دوا اور غذا کے ساتھ ساتھ پرہیز نہ ہو۔ کھانا حلال ہے، پینا حلال ہے، اپنی بیوی سے جائز خواہشات پوری کرنا حلال ہے، رمضان کے روزوں میں ان سے بھی روک دیا، ان سے تو انسان رک رہا ہے اور جو ویسے ہی حرام ہے کہ آنکھ سے حرام نہ دیکھنا، زبان سے حرام نہ بولنا، کان سے حرام نہ سننا، حرام لقمہ نہ کمانا، نہ کھانا، کسی کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچانا جو حرام ہیں ہمیشہ سے رمضان میں اس کو کر رہا۔یہی ہماری زندگی کی رمضان میں کمزوری رہتی ہے۔ ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ مسجدوں میں پہلے عشرے کے پہلے پانچ دنوں میں رش ہوتا ہے، پھر پہلے عشرے کے دس دنوں میں کم ہو جاتا ہے، پھر پندرہ، بیس دن میں اور کمزوری ہو جاتی ہے۔ میرے عزیزو!اگر تربیت ہوتی، صحت ملتی تو جوں جوں رمضان آگے بڑھتا، میں نیکیوں میں آگے بڑھتا۔ہر آنے والا رمضان میرے لیے اور ذوق و شوق لے کر آتا۔ترقی ہوتی چلی جاتی، لیکن دوا اور غذا استعمال کی اور پرہیز نہیں کیا۔جب بد پرہیزی رمضان کے اندر ہوتی ہے تو اس کے اندر کمزوری بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ایک غیر رمضان کا گناہ ہے اور ایک رمضان کا گناہ ہے، بسا اوقات اس کے گناہ کی محرومی اس حد تک پہنچتی ہے کہ اللہ کے نبی کی بد دعا کا مستحق بنتا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہلاک ہو جائے ایسا شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی بخشش نہیں ہوئی۔

ماہِ رمضان میں خیر خواہی کیجیے

اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمایا کرتے تھے کہ یہ رمضان تو دوسروں کی خیر خواہی کا مہینہ ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ رمضان لوٹنے کا مہینہ ہے، کتنی محرومی ہے مسلمان معاشرے کے لیے کہ اس کا رمضان آیا رحمتوں والا برکتوں والا لیکن اسی کے ماحول میں مسلمانوں کے بازار میں جتنی گرانی ہوتی ہے وہ غیر رمضان میں نہیں ہوتی جتنی لوٹ کھسوٹ رمضان میں ہوتی ہے غیر رمضان میں نہیں ہوتی۔ہم نے تصور کر لیا کہ رمضان روزہ رکھنے کا نام ہے، تراویح پڑھنے کا نام ہے، بس جیسا بھی رکھ لیں۔بسا اوقات رمضان کا روزہ رکھتے ہیں اور فجر قضا کر دیتے ہیں، کیوں کہ ہم نے سمجھ لیا کہ رمضان کا مقصد روزہ رکھنا ہے، کھانا، پینا چھوڑ دینا ہے اور وہ جیسے بھی پورا ہو جائے۔

عبادات کا مہینہ

میرے عزیزو! گیارہ مہینے اس جسم کے لیے بہت کچھ کیا، یہ ایک مہینہ اللہ کے لیے ہو جائے۔ ایسے نظام الاوقات بنائے جائیں کہ یہ مہینہ خالص اللہ کے لیے ہو جائے۔ یہ رمضان عبادت کا مہینہ ہے۔جو کام اس مہینے میں چھوڑے جاسکتے ہیں یا بعد میں کیے جاسکتے ہیں انھیں ملتوی کر دیا جائے اور زیادہ وقت اللہ کی عبادت کے لیے نکالا جائے اور جو کام بہت زیادہ ضروری ہیں تو عزیزو! اس وقت بھی زبان پر ”سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، استغفار، درود شریف زبان پر جاری رہے، تاکہ پتا چلے کہ مسلمانوں کے ہاں رمضان آیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص ہلاک ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس پر اس کی بخشش نہ ہو۔ جبریل کی بد دعا ہی کافی تھی، پھر اس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا تو اس شخص کی ہلاکت میں اور بربادی میں کیا شک ہے۔اللہ کے نبی تو وہ کہتے ہیں جو اللہ کہتا ہے، پھر اس کی ہلاکت میں کیا شک ہے۔

اخلاقی کمزوریوں کو دور کریں

میرے عزیزو! رمضان کا مقدس مہینہ آیا ہے تو جہاں نوافل کا اہتمام ہو، تلاوت کا اہتمام ہو، ذکر واذکار کا اہتمام ہو وہاں جو سب سے زیادہ توجہ کا مرکز ہے، وہ اخلاقی کمزوریاں جو ہماری زندگی کا حصہ بن چکی ہیں، ایذا، تکلیف، غیبت، جھوٹ، طنز، اللہ کے لیے ہم رمضان میں مشق کریں اور ان گندگیوں سے پرہیز کریں۔ورنہ یہ اخلاقی کمزوریاں ہماری زندگیوں میں کچھ نہیں چھوڑیں گی۔ سب کھوکھلی تلاوتیں، کھوکھلی عبادتیں، کھوکھلی دین داری، اس بد اخلاقی نے روح ہی نکال دی دین داری کی۔اور مسلمان کو اغوا کرنے کے شیطانی ہتھکنڈے بھی بہت ہیں۔ٹی وی پہ بٹھا دو اور اس پر گندگیاں دکھا دو، اٹھتے ہی سب سے پہلے اس کے کان میں موسیقی کی آواز گونجے گی، بند کر دو اس لعنت کو... تلاوت پہ نظریں اٹھاؤ، مسجدوں سے اپنا تعلق جوڑو۔ان کانوں کی حفاظت کرنی ہے، ان آنکھوں کی حفاظت کرنی ہے، اس زبان کی حفاظت کرنی ہے اور اپنے رویے پہ نظر رکھنی ہے، اپنے طرزِ عمل پر نظر رکھنی ہے کہ کہیں میرے رویے اور طرزِ عمل سے کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی، ایذا تو نہیں پہنچ رہی۔

میرے عزیزو! اللہ سے کچھ ایسا مانگیں کہ یہ رمضان پوری امتِ مسلمہ کے لیے رحمت، نصرت اور مسلمانوں کی آزمائش اور پریشانیوں کے لیے نجات کا ذریعہ بن جائے۔ اپنے لیے ،سارے عالم کے مسلمانوں کے لیے اور اپنے وطن عزیز کے لیے بھی خوب دعاؤں کا اہتمام ہو۔اللہ رب العزت ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

Jazaa Foods

12

مقامِ صحابہ اور صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

صحابی کے معنی کیا ہیں؟

صحابی کے معنی حضورِ اکرم ﷺ کی صحبت اُٹھانے والا۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے کیا پیاری بات فرمائی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں دستور ہے کہ جب کسی بڑے آدمی کا تذکرہ کرتے ہیں یا کسی عالم کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس کے ساتھ بڑے لمبے چوڑے القاب لگائے جاتے ہیں، کسی کے ساتھ صحیح تو کسی کے ساتھ غلط، جیسے میرے ساتھ غلط سلط القاب لگا دیے گئے ہیں،(یہ حضرت دامت برکاتہم کی تواضع ہے۔) کسی کو امام کہا جاتا ہے تو کسی کو فقیہ کہا جاتا ہے۔ کسی کو محدّث کہا جاتا ہے، تو کسی کو قُطبِ دوراں کہا جاتا ہے۔

خدا جانے کیا کیا القاب و آداب لوگوں نے بنا رکھے ہیں، لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جب ذکر ہوتا ہے تو وہاں کوئی لقب نہیں لگاتے، کوئی امام ابو بکر نہیں کہتا، کوئی فخر المحدِّثین عمر بن خطاب نہیں کہتا، کوئی شیخ الاسلام عثمان بن عفان نہیں کہتا، وہاں کوئی لقب نہیں لگاتے، کیوں نہیں لگاتے؟ بھائی جو بعد میں آئیں ہیں ان کے ساتھ تو بڑے لمبے چوڑے لقب لگا رہے ہو اور جو صحابیؓ ہیں، ان کو صرف صحابی کہتے ہو، حالاں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مرتبہ کو کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ

حضرت معاویہؓ افضل تھے یا عمر بن عبد العزیزؒ؟ تو جواب میں فرمایا کہ

تُرَابٌ فِي أَنفِ مُعَاوِيَةَ خَيرٌ مِنْ أَلفِ عُمَرَ بن عبد العزيز رحمۃ اللہ علیہ

کہ حضرت معاویہؓ کی ناک میں جو مٹی حضورِ اکرم ﷺ کی صحبت میں لگی تھی

وہ ہزار ہا درجے عمر بن عبد العزیزؒ سے بہتر ہے۔

تو صحابیؓ کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، لیکن بعد کے لوگوں کے ساتھ لمبے چوڑے القاب لگا رکھے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ کوئی لقب نہیں۔ کیا وجہ ہے؟ تو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جب صحابی کہہ دیا تو مزید اب کسی لقب کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ القاب اور آداب تو ان لوگوں کے لیے ہیں، جن کی ذات میں اپنی کوئی خوبی نہیں تھی تو دکھا دکھا کر اس کے ساتھ القاب لگا دیے گئے۔ وہ جو فارسی میں مصرع مشہور ہے کہ

حاجتِ مشاطہ نیست روئے دل آرام را

یعنی جس کا چہرہ خوبصورت ہو، اس کو بناؤ سنگھار کی ضرورت نہیں، اس کو زیب وزینت کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ بغیر سنگھار کے بھی خوبصورت ہے۔

اسی طرح جب کسی کو کہہ دیا کہ یہ صحابیؓ ہے تو سبھی کچھ کہہ دیا، پھر وہ محدّث بھی ہے، مفسّر بھی ہے، شیخ الاسلام بھی ہے، وہ سبھی کچھ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ مقام کس چیز سے پیدا ہوا؟ صحبت سے، نبی کریم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی۔ اس نے ان کو صحابی بنا دیا، لہٰذا صحابی بننے کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمام القابات کے جامع ہو گئے اور پھر ان صحابہ نے تابعین کو تعلیم دی اور ان کی تربیت کی تو وہ تابعین بن گئے، تابعین کے بعد تبع تابعین آئے اور تابعین کی تعلیم وتربیت سے وہ تبع تابعین بن گئے۔ یہ سلسلہ روزِ اوّل سے اسی طرح چلا آرہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

ایک نومسلم کا انٹرویو

داعی اسلام مولانا محمد کلیم صدیقی

سوال: اپنے قبول اسلام کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کریں؟

جواب: ''میرا نام سنجیو استھانا ہے۔ میں مالدہ میں پیدا ہوا اور ابتدائی تعلیم بھی مالدہ میں حاصل کی۔ کالج میں پڑھائی شروع ہوئی تو میرے والد کا کلکتہ تبادلہ ہو گیا اور پھر وہیں میری تعلیم مکمل ہوئی۔ میں نے MSc اور B,Ed کیا اور ایک ڈگری کالج میں لیکچرار ہو گیا۔ میری شادی بھی پڑھے لکھے گھرانے میں ہوئی۔

ہمیں بحیثیت سرکاری ملازم تین سال میں ایک مرتبہ تفریح کے لیے رقم دی جاتی تھی، چناں چہ 1998 کو ہم ساؤتھ کے پکنک ٹور پر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر دو روز کے لیے بھوپال رُکنے اور دیکھنے کا بھی پروگرام تھا۔ ہم بھوپال اترے اور ایک ٹیکسی اسٹیشن سے کرائے پر لی۔ مجھے اتفاق سے بخار ہو گیا۔ ٹیکسی والے سے کسی مناسب ہوٹل کا پتا معلوم کیا تو اس نے کہا کہ تھوڑے فاصلے پر اچھے اور سستے ہوٹل کا میں انتظام کروا دیتا ہوں۔ ٹیکسی والا غلط آدمی تھا، وہ ہمیں لے کر ایک ہوٹل میں گیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ آپ ہوٹل میں ایک کمرہ پسند کر لیں۔ میں ہوٹل کے اندر گیا اور کمرہ پسند کر لیا۔ مجھ سے ٹیکسی والے نے کہا کہ میں بچوں اور سامان کو لاتا ہوں۔ آپ کو بخار ہو رہا ہے، آپ کمرے میں آرام کریں۔ گاڑی میں جا کر میری اہلیہ سے کہا کہ آپ بچوں کو ہوٹل لے کر چلیں، میں گاڑی سے سامان اتار کر لاتا ہوں۔

میری قسمت کی خرابی سمجھیں کہ سفر میں کبھی بھی کسی ٹیکسی کو کرائے پر لیتا تو ہمیشہ گاڑی کا نمبر نوٹ کرنے کا عادی تھا، مگر بخار کی تیزی میں مجھے نمبر نوٹ کرنا یاد نہیں رہا۔ ٹیکسی والا سامان سمیت فرار ہو گیا۔ سارا سامان کپڑے، پرس پانچ سو روپے کے علاوہ ریل کے ٹکٹ بھی گاڑی میں تھے۔ بخار کی حالت میں اس حادثہ پر اجنبی شہر میں جو گزری، وہ بیان نہیں کر سکتا۔ غرض اسٹیشن ماسٹر اور ریلوے کے عملے نے مہربانی کی اور نرم دلی سے پیش آیا، یوں ہم کٹھارا اسٹیشن تک پہنچ گئے۔ میری جیب میں صرف تیرہ روپے بچے تھے اور بچوں نے رات سے کھانا بھی نہیں کھایا تھا، بھوک سے بے تاب بچے رونے لگے تو میں نے بیوی سے تیرہ روپے کا کھانا لانے کو کہا۔ وہ دال بھات لے کر آئی۔ بیوی بچوں نے کھانا کھایا اور اسٹیشن پر فقیروں کی طرح ہفتوں کے میلے کپڑوں میں دال بھات کھاتے دیکھ کر میں بہت رویا، بس میرے رونے پر میرے مالک کو ترس آگیا اور اس ربِّ کائنات نے نہ صرف یہ کہ مجھے اس امتحان اور مشکل سے نکالنے کا فیصلہ فرمایا بل کہ مرنے کے بعد مجھے دوزخ کے عذاب سے بچانے کا بھی فیصلہ کر لیا۔

پلیٹ فارم پر میرے بچے کھانا کھا رہے تھے اور میں بخار کی شدت کی وجہ سے لیٹا کراہ رہا تھا کہ میری ساری بیماریوں کے مسیحا کو میرے رب نے میرے سامنے لا بٹھایا۔ مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب بِہار کے ایک سفر سے واپس آ رہے تھے اور ان کو کٹھار سے راجدھانی ایکسپریس پکڑنی تھی۔ گاڑی چار گھنٹے لیٹ تھی، وہ گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر آ کر بیٹھ گئے۔

مجھے کراہتے ہوئے دیکھا تو وہ میرے قریب آئے، میں اس وقت رو رہا تھا۔ مولانا صاحب نے مجھ سے کراہنے کی وجہ معلوم کی، میں تو اس حال ہی میں نہیں تھا کہ کچھ کہہ سکوں۔ میری بیوی نے اپنا سارا دکھڑا سنایا۔ مولانا صاحب ہماری بپتا اور پریشانی سن کر رو دیے اور اپنے ساتھی کو اپنا سامان پکڑوایا اور خود اسٹیشن سے باہر جا کر میڈیکل اسٹور سے دوا لائے اور ساتھی سے چائے اور دودھ منگوایا اور دودھ کے ساتھ اپنے ہاتھ سے نکال کر دوا کھلائی اور پانچ روز کی مزید دوا بھی دلوا دی۔ تھوڑی دیر میں میرے جسم کے درد کو بہت آرام ہوا۔

مجھ سے بولے: بھائی صاحب! مجھے بہت شرم آ رہی ہے، مگر میری مجبوری ہے، مجھے آپ سے ایک درخواست کرنی ہے کہ آپ ہمارے خونی رشتہ کے بھائی ہیں۔ آپ کی جگہ ہمارے ساتھ بھی یہ حادثہ ہو سکتا تھا۔ آپ دو ہزار روپے مجھ سے قرض لے لیجیے، قرض اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ بڑے آدمی ہیں، آپ کو کہیں برا نہ لگے، ورنہ میرا دل یہ رقم بطور قرضہ دینے کو نہیں چاہ رہا، مہربانی کر کے یہ رقم آپ قبول کر لیجیے۔

اس وقت میرا عجیب حال تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کوئی غیبی فرشتہ ہے، جو ایک اجنبی کے ساتھ یہ معاملہ کر رہا ہے۔ کتنے لوگوں کو اپنا حال سنایا، بس ٹیکسی والے کی برائی کرنے اور افسوس کرنے کے سوا کسی کو خیال نہ آیا اور یہ غیر مذہب مسلمان کس انداز سے مجھے رقم دے رہے ہیں، جیسے دے نہ رہے ہوں، بل کہ اُلٹا رقم قبول کرنے کے لیے مجھ سے لجاجت کر رہے ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہمیں اس وقت پیسوں کی اشد ضرورت ہے، ہم کیسے انکار کر سکتے ہیں؟ مگر آپ پہلے اپنا پتا بتا دیجیے، تاکہ گھر پہنچ کر ہم یہ رقم منی آرڈر کر دیں۔

مولانا صاحب نے کہا کہ رقم تو رکھیں، میں ابھی پتا لکھ کر دیتا ہوں اور اپنے ساتھی سے کہا کہ ماسٹر جی ان کو پتہ لکھ کر دے دینا اور ان کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا، وہ اُٹھ کر گئے اور بچوں کے لیے آئسکریم اور کیلے لے کر آئے، بچوں نے لینے سے انکار کیا تو ہم نے بچوں سے کہا کہ لے لو بیٹا! یہ آپ کے اصل انکل ہیں۔

میں مولانا صاحب سے لکھنے کو بہت کہتا رہا اور وہ ٹالتے رہے، ابھی لکھتے ہیں، تب لکھتے ہیں۔ میں نے زور دیا تو کہنے لگے: بھائی صاحب! آپ ہمیں تلاش کریں گے تو ہم مل ہی جائیں گے۔ کیا آپ اپنے خونی رشتے کے بھائی کو بھی تلاش نہیں کر سکتے۔ اتنی دیر میں ہماری گاڑی آگئی اور ہم سوار ہو گئے۔ مولانا کے ساتھی نے ہمیں اپنے بیگ سے ایک کتاب نکال کر دی: ''آپ کی امانت... آپ کی سیوا میں'' اور کہا کہ اس کتاب کے پیچھے حضرت کا پتہ لکھا ہے۔ مولانا صاحب کے حسنِ سلوک، اخلاق اور محبت بھری گفتگو اور ان کی تحریر کردہ کتاب کے مطالعے نے ہمارے دل کے اندھیروں کو دینِ اسلام کی روشنی سے بدل دیا۔

مولانا صاحب کی رقم واپس کرنے کے لیے جب ہم ان کی رہائش گاہ مظفر نگر پھلت پہنچے تو انھوں نے فرمایا: ''آپ کی امانت'' پڑھ کر آپ نے کیا فیصلہ کیا؟ میں نے کہا: آپ کا بن کر آئے ہیں، آپ جو چاہیں کر لیجیے یا چھوڑ دیجیے۔ مولانا صاحب نے کہا: میرا بننے سے تو کام بننے والا نہیں، جس نے پیدا کیا ہے، اس کا بننے سے کام چلے گا۔ میں نے کہا: اسی لیے تو آپ کے پاس آئے ہیں۔ مولانا صاحب نے کہا: کلمہ تو آپ نے پڑھ لیا ہے؟ ہم نے کہا: کتاب میں تو پڑھ لیا ہے، مگر آپ بھی پڑھا دیجیے۔ مولانا صاحب نے ہمیں کلمہ پڑھوایا اور میرا اسلامی نام عبدالواحد رکھا۔

سوال: اسلام قبول کر کے آپ کو کیا محسوس ہوا؟

جواب: اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے جتنی خوشی ہوئی، میں اسے لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ اب میں اس ٹیکسی والے کو دعا دیتا ہوں کہ اگر وہ میرا سامان نہ لوٹتا تو میرا کیا ہوتا؟ میرے اللہ کی رحمت پر قربان جاؤں کہ اس نے ہمیں لٹوا کر ہمارے دل کی تجوری ایمان کے خزانے سے بھر دی۔ ہم جب بھی باہم گفتگو کرتے ہیں تو اسی بات پر شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا سامان ایمان کی دولت دینے کے لیے اور کفر و شرک کی موت سے بچانے کے لیے لٹوایا۔

سوال: آپ کی اہلیہ صاحبہ کا کیا ہوا؟

جواب: الحمدللہ! پھلت لے جا کر میں نے کلمہ پڑھوایا اور وہ بہت خوش ہوئیں۔

مولانا صاحب کی ایک اجنبی کے ساتھ ایسی ہمدردی نے ہمیں متاثر کیا اور ہمارے قبولِ اسلام کی وجہ بھی یہی ہمدردی بنی، بے لوث ہمدردی نے ہمارے دل میں مولانا کا اعتماد پیدا کیا اور ان کی امانت کو ہم نے اپنا ہمدرد اور سچے خیر خواہ کی بات سمجھ کر قبول کیا اور قبولِ اسلام کا ذریعہ اسلام کی حقانیت اور انسانی فطرت سے قریب توحید اور اسلامی نظریہ ہوا۔ ہمدردی تو لوگ کتنی کرتے ہیں، مگر کون اپنا مذہب بدلتا ہے؟ ہمارے دل میں یہ خیال آیا کہ جس اسلام کے حق نے ایک انسان کو فرشتہ بنا دیا تو وہ اسلام ہمارا بھی حق ہے۔

سوال: گھر والوں نے آپ کے اسلام قبول کرنے کی مخالفت نہیں کی؟

جواب: بہت زیادہ کی، جب کسی نے مخالفت کی تو ہم نے اسے پورا واقعہ بتایا، پورا واقعہ سن کر میرے چچا جو مسلمان کا نام سننے سے ناراض ہوتے تھے، انھوں نے کہا: بیٹا! تم نے بہت اچھا کیا، وہ کتاب ہمیں بھی دینا۔ میں نے ''آپ کی امانت'' ان کو بھی دی۔ مولانا صاحب کے مشورے سے سفر کر کے ان کے یہاں گیا اور رات کو دو بجے تک میں اپنے چچا کی خوشامد کرتا رہا۔ الحمد اللہ! دو بجے رات ہی میں نے انھیں کلمہ پڑھا دیا۔ الحمد اللہ! میرے خاندان کے اب تک پچاس سے زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔

Shangrilla
16

رمضان کا ادب اور جنت

گلاب سید

ایک مجوسی کا بیٹا رمضان کے مہینے میں کھلے عام کھایا پیا کرتا تھا، ایک دن اس کے ابا کو بہت غصہ آیا، اسے سخت ڈانٹ کر تنبیہ کی کہ یہ مسلمانوں کا مقدس مہینہ ہے، جس میں وہ روزہ رکھتے ہیں اور تم اس میں کھلے عام کھاتے پیتے ہو، تمھیں شرم نہیں آتی۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی۔ اس مجوسی کا انتقال ہوگیا۔ اس کے پڑوس میں ایک بزرگ رہتے تھے، انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں مزے اڑا رہا ہے اور بڑے عیش و عشرت میں ہے۔ بزرگ نے اس سے پوچھا کہ تم تو مجوسی تھے اور میں تم کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا: ہاں! حضرت ایسا ہی تھا، لیکن ایک دن میرا بیٹا رمضان میں کھا پی رہا تھا، میں نے رمضان کے ادب کی وجہ سے اس کو سخت ڈانٹا، میرا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آگیا کہ موت کے وقت مجھے کلمہ پڑھنے کی توفیق نصیب فرما دی اور اب میں جنت کے مزے لے رہا ہوں۔ (نزہۃ الخاطر)

سوچنے کی بات ہے کہ رمضان کے ادب کی وجہ سے ایک کافر کو اللہ تعالیٰ نے اتنا نوازا کہ ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا تو جب ایک مسلمان مکمل آداب کے ساتھ اس مہینے کو گزارے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کیوں جوش میں نہیں آئے گی؟ رمضان تو رحمت کا مہینہ ہے، تقوی کے حصول کا بہترین موسم ہے، اللہ کے سامنے گریہ وزاری کا سنہری موقع ہے۔ اے مسلمان! کہیں ضائع نہ ہو جائے پتا نہیں دوسرا رمضان ہمیں نصیب بھی ہو گا یا نہیں؟ کسی عمل کی فضیلت، خصوصیت اور مرتبہ جب انسان کو معلوم ہو جاتا ہے تو فطری طور پر انسان اس عمل کے کرنے میں دل چسپی اور شوق دکھاتا ہے۔

اس بنیاد پر اس مہینے کی چند خصوصیات کا ذکر ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔

(1) قرآن کریم کا نزول: رمضان وہ مبارک مہینہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتابیں اتاریں، گویا رمضان آسمان اور زمین میں رابطے کی بنیاد ہے۔ کیا کوئی مہینہ اس سے بڑھ کر خیر و برکت، رحمت، اور بشارت والا ہے؟ قرآن چوبیس رمضان کو بیت العزۃ اتارا گیا، پتا چلا کہ قرآن اور رمضان میں گہرا تعلق ہے۔ آپ ﷺ رمضان میں کثرت سے قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ہر رات جبرائیل آتے اور دونوں قرآن دہراتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”قرآن قیامت کے دن آئے گا اور کہے گا اے اللہ! اس (صاحبِ قرآن) کو کھول دیں، (پھر اس کو کھول کر) عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا، پھر قرآن کہے گا کہ اسے مزید عزت دیں تو اسے عزت کا ایک جوڑا پہنا دیا جائے گا، پھر کہے گا کہ اے اللہ! اس سے راضی ہو جائیں، پس اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا“۔ (ترمذی) یہی قرآن قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لیے شفیع بن کر حاضر ہو گا۔ قرآن ہی وہ اکسیر ہے، جس سے اللہ بیماریوں، آفات، مصیبتوں، بے چینیوں اور پریشانیوں کو دور فرماتے ہیں۔ سفیان ثوریؒ رمضان آتے ہی تمام عبادتوں پر قرآن کی تلاوت کو ترجیح دیتے۔ امام مالکؒ حدیث کو پڑھانا اور اہلِ علم کے ساتھ مجالست موقوف کر دیتے۔ امام شافعیؒ رمضان میں نماز کے اندر ساٹھ قرآن ختم فرمایا کرتے۔ قرآن ہی دلوں کو ایمان کی بہار سے زندہ کرنے کا سبب ہے۔ ہم بھی اس قرآن کو ہاتھ میں اٹھا کر اس کے احکام پر عمل اور اس کی تلاوت کا اہتمام شروع کرنے کا عزم کر لیں تو ہماری زندگی کی کایا پلٹ جائے گی۔

(2) روزے کا بدلہ اللہ: انسان کی تمام عبادتوں کا بدلہ اور ثواب اللہ ہی عنایت فرماتے ہیں، لیکن جب روزے کی بات آتی ہے تو حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کی کہ

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي (صحیح ابن خزیمه)

ابن آدم کے تمام اعمال اسی کے لیے ہیں، صرف روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ عطا کروں گا، اس لئے کہ وہ کھانا پینا اور اپنی خواہش میری خاطر چھوڑتا ہے۔ بعض محدّثین نے (أَجْزِي) کو مجہول (أُجْزٰی) پڑھا ہے، جس کا معنی بنتا ہے کہ میں خود (اللہ تعالی) روزے کا بدلہ ہوں۔ واہ سبحان اللہ! جس کو روزے کی وجہ سے محبوبِ حقیقی مل رہا ہو تو کون مسلمان ایسا ہے جو روزہ نہیں رکھے گا؟

(3) بخشش کے بہانے: اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کر کے (بقیہ ص 31 پر)

دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اِک ترقی یافتہ دور

ابوعاتکہ توحید

کروڑوں کھربوں مول کا سوال ہے کہ ابتدائے آفرینش سے تادَمِ تحریر، بل کہ تاقیامِ قیامت، انسانی تاریخ کاوہ کون ساموڑاوروہ کون سادَور ہے، جسے سب سے زیادہ پاکیزہ، سب سے زیادہ ترقی یافتہ، سب سے زیادہ قابلِ رشک اور تمام اقوام کے لیے سب سے زیادہ قابلِ تقلید قرار دیا جاسکتا ہے ؟؟؟

مادہ پرستی کے سمندر میں غوطہ زن انسانوں کے علاوہ اپنی فطرت پر قائم کائنات کاذرّہ ذرّہ پکار پکار کر اس کاجواب دے رہاہے کہ جس دور میں اس کائنات کے دولہا، سرورِ کائنات جناب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے بابرکت وجود سے خلقِ خدا کے رشتہ کو خالقِ کائنات سے اُستوار فرمارہے تھے، تب انسانی عروج وترقی کے آسمان کو چُھو تاوہ ایسا ترقی یافتہ زمانہ تھا کہ اس کا مثل چشمِ فلک نے کبھی دیکھا تھا اور نہ دیکھ سکے گا۔ اس حقیقت کی تصدیق خود زبانِ نبوت بھی کرتی ہے، چنانچہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ

ترجمہ: سب سے زیادہ ترقی یافتہ دور میرا دور ہے، پھر حضرات صحابہ ٔکرام کا اور پھر حضرات تابعین واولیائے کرام کا۔

پھر ایک اورسوال دل ودماغ میں انگڑائیاں لینے لگتاہے: دورِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی سب سے زیادہ ترقی یافتہ دورکیوں اور کیسے؟ جب کہ وہ دورموجودہ سائنس وٹیکنالوجی کی ان آسائشوں سے یکسر ناآشنا تھا، جس نے دورِ حاضر کوترقی کے بامِ عروج پر پہنچادیاہے۔ سہولتوں کا اِک جال ہے جو بساطِ عالَم پر بچھا دیا گیا ہے، ذرائعِ سفر کا اِک سیلِ رواں ہے جو تسلسل کے ساتھ بہتا چلاجارہاہے، محمدِ عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دور کیادور تھا؛ دُھول سے اَٹی کچی گلیاں، گھروندوں جیسے گھر، جو دن کی روشنی میں بھی تاریکی میں ڈوبے رہتے تھے، کھجور کے ستونوں والے برآمدے، اونچے اونچے ٹیلے، قدیم طرز کے کنویں، کچے احاطوں میں جگالی کرتے اونٹ، ڈیوڑھیوں میں ممیاتی بکریاں، کھجوروں کے باغات اور چھوٹی سی مسجدِ نبوی۔۔۔

ہاں! دورِ بنوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔۔ جہاں نہ بجلی کے یہ قمقمے تھے، جس نے ایک دنیا کو جگمگادیاہے اورنہ ہی نت نئی ایجادات کے یہ انبار تھے، جو عصرِ جدید نے زندگی کے مختلف شعبوں میں لگادیے ہیں۔ جہاں نہ موجودہ سائنس وفلسفہ کا کوئی وجود تھا، جس نے چمنِ حیات میں نئے نئے گُل اُگادیے ہیں اورنہ ہی انسانی ذہن ودماغ نے اختراعات کے یہ کرشمے دکھائے تھے جن کا تصور بھی پہلے ایک عجوبہ نظر آتا تھا۔۔۔

ہاں! دورِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔۔ جب کشادہ سڑکیں تھی نہ فراٹے بھرتی گاڑیاں، فلک بوس عمارتیں تھی نہ شاندار پلازے، بڑے بڑے بینک تھے نہ مصروف تجارتی مراکز، ملٹی نیشنل کمپنیاں تھی نہ آراستہ پیراستہ دفاتر، لشکارے مارتی مارکیٹیں تھی نہ وسیع وعریض سپر اسٹورز، عالی شان ہوٹل تھے نہ بلند وبالا محلات۔۔۔!!! حالاں کہ یہ سب کچھ دورِ حاضر کے ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا بنیادی پتھر ہیں! ان سے محروم زمانے کو پتھر کازمانہ، پسماندگی کے ایام اور دقیانوسیت وفرسودگی کا دور توکہاجاسکتاہے، مگر ترقی یافتہ دور نہیں۔۔۔

محترم قارئین! نظروفکر کا یہی وہ اہم موڑ ہے، جہاں جاہلیتِ حاضرہ کی مغرب زدہ اورمادّہ پرست ذہنیت نے ٹھوکر کھائی ہے، جہاں علمِ جدید تاریخی غلطی کر بیٹھا، جب آسمانی علم (وحیٔ خداوندی) سے ناطہ توڑ کر سائنس وٹیکنالوجی نے کائنات کی پنہائیوں میں سرپٹ دوڑ لگاکر کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھایا اورنت نئی ایجادات کے وہ کرشمے دکھائے جس کی چکاچوند سے دنیاکی آنکھیں چندھیا گئیں، تب انسانیت کی مَت ماری گئی، اس نے لوہے، پیتل، تانبے، لکڑی اور پتھر وپلاسٹک کی ترقی کو انسانیت کی ترقی کی معراج سمجھ لیا۔ جی ہاں! ایک طرف لوہے نے ترقی کی اوروہ فضاؤں میں اُڑنے لگا، جب کہ دوسری طرف انسانی اقدارانسانیت ہی کے قدموں تلے پامال ہونے لگیں، لیکن یہ دور پھر بھی ترقی یافتہ قرار دیاگیا۔ ایک طرف لکڑی نے ترقی کی اوراسے تراش خراش کر اس سے بنائی گئی اشیانے دنیاکو ورطۂ حیرت میں ڈالا، جب کہ دوسری طرف انسان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوئے، لیکن ترقی کا ٹائٹل پھر بھی اسی دور کے نام ہوا۔ ایک طرف پتھر وپلاسٹک نے ترقی کی اور فلک بوس عمارتیں، شاندار شاپنگ مالز، بل کھاتے پُل اور کپڑے کے تانے بانے کی طرح بُنی ہوئی دائیں بائیں مُڑی کشادہ سڑکیں وجود میں آئیں، جب کہ دوسری طرف بے حیائی واباحیت پسندی، فحاشی وعریانی، بدتہذیبی وبدتمیزی کا ایسا سیلابِ بلاخیز اُمنڈ آیاکہ انسانیت سرپیٹتی رہ گئی۔ حیا سوزبرائیوں کا ایساطوفانِ بدتمیزی برپاہوا کہ جانور بھی انسانوں پر لعن طعن کرنے لگے۔ ظلم وستم، کرپشن وبددیانتی، اخلاق باختگی، خوف وبدامنی کی اندھیریاں کچھ ایسی چلیں کہ سب کچھ اسی اندھیری کی نظر ہوگیا، کہیں فنونِ لطیفہ کے نام پر، کہیں سیاست وجمہوریت کے نام پر، کہیں انسانی خدمت کے نام پر! لیکن۔۔۔ لیکن واہ رے انسان کی خواہش پرستی واہ۔۔۔ اس سے کیافرق پڑتا ہے جناب؟ ترقی کا جھومر پھر بھی اسی دور کی پیشانی کا مقدر ٹھہرا! ؎

خرد کا نام جنون رکھ دیا ہے، جنون کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہر عمل کا ردّعمل ضرور ہوتاہے، چناں چہ دورِ حاضر کے "ترقی یافتہ" انسانوں کے "کوثر وتسنیم میں دُھلے کرداروں" کا ردّعمل یہ سامنے آیاکہ ہماراتن بدن ویران ہوکررہ گیا، سینوں میں کوئی چراغِ آرزو رہانہ شرارِ جستجو۔ ہماری طلب کا شجر بے ثمر ہوگیا۔ ہم کہ جن کا دامن تعلیماتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے موتیوں سے مالامال ہے، مگراس کے باوجود ان منوّر تعلیمات کا عکسِ جمیل ہمارے کردار وعمل کے کسی پہلو میں جلوہ گر نہیں ہورہا، جن پر عمل نے صحرائے عرب کے حُدی خوانوں کو زمانے بھر کا پیشوا بنادیا تھا۔ ہم "ترقی یافتہ دور" میں جینے کے باوجود باہمی نفرتوں اور کدورتوں کی آگ میں بھسم ہوئے۔ ہم اپنی نجی زندگی میں اتنے چھوٹے ہوگئے کہ اقتدار کی راہ داریوں میں حشرات الارض کی طرح رینگنے کو بھی اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھنے لگے، ہم نے چھوٹی چھوٹی لذتوں اور ذرا ذرا سی رعایتوں کے لیے اپنے آپ کو جنسِ بے مایہ بنالیا۔ ہم نے بدلتے موسموں کے حضور عجز وانکسار کی تصویر بن جانا گوارا کرلیا۔ ہماری آنکھیں سیری اور دل غنا سے محروم ہوگئے۔ نتیجتاً زندگی کے دشت وجبل اور صحرا ودریا میں عقل وتجربات کے گھوڑے دوڑانے کے باوجود ہم اپنی منزل کھوٹی کر بیٹھے۔ ؎

چل چل کے پھٹ چکے ہیں قدم اس کے باوجود
اب تک وہیں کھڑا ہوں جہاں سے چلا تھا میں

بہر حال! ہم دوبارہ اپنے دعوے کی طرف واپس آتے ہیں کہ انسانی تاریخ کا سب سے ترقی یافتہ دور وہ تھا، جب سرورِ کونین محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم طبیبِ اعظم بن کر مریضانِ مادّہ وروح کا علاج فرمارہے تھے، ان کے دلوں سے کدورتوں کو کُھرچ رہے تھے، جہالت کی بھٹی میں جُھلسنے والوں میں علم کی سوغات تقسیم فرمارہے تھے، صدیوں سے باہم دست وگریباں قبائل میں محبت والفت کا چلن عام فرمارہے تھے اور عرصے سے لاحاصلی کے دشتِ رائیگاں میں ٹھوکریں کھانے والے انسانیت کے قافلۂ آبلہ پاکو زندگی کی سنہری مسندوں اورروشن منزلوں کی راہ دکھارہے تھے۔۔۔

ہاں! دورِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔۔ اِک انقلاب آفرین دور۔۔۔ جس نے زمانوں کے انداز بدل ڈالے۔ تہذیبِ انسانی کے قرینے تبدیل کردیے۔ انسانیت کی روشن قدروں کویوں متعارف کرایاکہ اندھیروں کے بطن سے سورج، چاند، ستارے جنم لینے لگے۔

ہاں! دورِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔۔ بے پایاں رحمتوں، لامحدود شفقتوں، بے کراں عنایتوں، جاودانی محبتوں اوربے انتہابرکتوں والا عظیم دور، اُفق تااُفق پھیلی دائمی روشنیوں کی تابندہ علامت، زندگی کے اُجلے قرینوں، شفاف جذبوں اور مصفّٰی سوچوں کا امین دور، جو حیاتِ انسانی کے ہر گوشے میں نورافشاں ہے، جو اَنفس وآفاق پر ٹھنڈی چھاؤں کے سکون بخش خیمے کی طرح تَناہواہے۔

ہاں! دورِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔۔ جس نے وہ مردانِ صفاکیش پیداکیے، جن کے جسموں پر کُھردرے لباس اور سینوں میں ایمان ویقین سے دمکتے ہوئے دل تھے، جن کی پیشانیاں سجدوں کے نشان سے جگمگاتیں اورچہرے تقویٰ کے نور سے تمتماتے تھے، جوارض وسما کا حاصل اور کائنات کا حُسن تھے، جن کی امیدیں قلیل اور مقاصد جلیل تھے، جو غالب وکارآفریں بھی تھے اور کارکُشاوکارساز بھی، جن کا دلِ بے نیاز، ہردوجہاں سے غنی تھا، جو حلقۂ یاراں میں ریشم کی طرح نرم اوررزمِ حق وباطل میں شمشیرِ جوہر دار تھے۔

اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ دورِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں دورِ حاضر کی نت نئی ایجادات، زندگی کی ان حیران کن سہولیات اور ٹیکنالوجی کی اس تیز رفتار ترقی کا کوئی تصور نہیں تھا، مگر دنیامیں جینے کا سلیقہ اورزندگی گزارنے کا جو قرینہ اس معاشرے کو آتا تھا، دورِ حاضر کا یہ خواہش پرست معاشرتی نظام اس کے گرد کو بھی نہیں پاسکتا۔

ماناکہ دورِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، دورِ حاضر کی مصنوعی اور ظاہری روشنی سے ناآشنا تھا، مگر دل کی دنیا، ایمان واعمال کی روشنیوں سے ایسی جگمگ تھی کہ پاس بیٹھنے والے بھی ان کی پرچھائیوں سے محظوظ ہوتے تھے۔ تسلیم ہے کہ دورِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا موجودہ سائنسی ترقی سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا، مگر انسانی اقدار کی ترقی کا سورج پورے آب وتاب کے ساتھ مَن کی دنیامیں اپنی کرنیں بکھیر رہاتھا، تب اُس سوسائٹی میں عبادت کا ذوق بھی تھا، شہادت کا شوق بھی، معاملات بھی سُلجھے ہوئے تھے اوراخلاق بھی! گفتار بھی قابلِ رشک تھی اور کردار بھی، جذبۂ ایثار بھی تھا اور شیوۂ قربانی بھی، صدق وسچائی بھی تھی اوراخلاص ووفاداری بھی۔۔۔!!!

Arabian
20

ماہِ رمضان
ماہِ اخوت و ماہِ غم گساری

رضی الدین سید

رمضان المبارک کا مہینہ ماہِ مبارک اور ماہِ قرآن ہے۔ اس کا ہر روز روزِ سعید ہے اور اس کی ہر شب 'شبِ قدر ہے۔ دن میں روزے ہیں اور رات میں قیام ہے۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے 'اس کے گناہ معاف ! جس نے رات کا قیام کیا' اس کے گناہ معاف ! جس نے شبِ قدر کمالی 'اس کے گناہ معاف ! جس نے افطار کروادیا' اس کے گناہ معاف ! اور جس نے صدقہ کیا' اس کے گناہ معاف ! گویا تمام مہینہ معافی اور مغفرت کا ہے ! سو "سَارِعُوٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ کہ (اے اللہ کے نیک بندو !) دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف۔"

رمضان اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسی مہینے میں قرآن نازل ہوا تھا۔ وہ قرآن جو ہدایت ہے مومنوں کے لیے۔ قرآن ایک نظام ہے' ضابطۂ زندگی ہے' سب سے بڑی نعمت ہے ! "تو مومنوں کو چاہئے کہ وہ اس سب سے بڑی نعمت کے ملنے پر خوشی منائیں۔" قرآن کے الفاظ پڑھنا ثواب اور اسے سمجھ کر آگے پھیلانا دعوتِ دین اور بھلائی ہے۔ اس کے اندر قوموں کے لیے روحانی اور معاشی سکون کا شفا بخش پیغام پوشیدہ ہے' لیکن افسوس کہ تمام قومیں اس سے نابلد ہیں اور قومیں کیا' خود ہم مسلمان بھی اس سے نابلد ہیں۔ قرآن کہتا ہے "اِقْرَاْ" ... "پڑھو"۔ قرآن ہدایت دیتا ہے : "قُمْ فَاَنْذِرْ" کہ "اٹھو اور خوابِ غفلت میں ڈوبی ہوئی قوموں کو ڈراؤ۔" قرآن ہدایت دیتا ہے کہ "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" کہ "اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرو"۔ تو پڑھیں ہم سورۂ زلزال کو' سورۂ قارعہ کو' سورۂ قیامہ کو' سورۂ نوح کو' سورۂ مرسلات کو اور سورۂ نبا وغیرہ کو۔ وہ سورتیں جنہوں نے نبی ﷺ کو بوڑھا کر دیا تھا ! (قولِ رسولؐ و قولِ فیصلؐ !)

لوگ روزے رکھتے ہیں' مگر نہیں رکھتے۔ قرآن پڑھتے ہیں' لیکن نہیں پڑھتے۔ حج کرتے ہیں' لیکن نہیں کرتے۔ صدقے دیتے ہیں' لیکن نہیں دیتے۔ کسی کا دل دکھاتے ہیں۔ کسی کا مال غصب کرتے ہیں۔ کسی کو گالیاں دیتے ہیں۔ وقت گزاری کرتے ہیں اور نمازوں سے غفلت برتتے ہیں۔

اس ماہ میں اللہ تعالیٰ شیطان کے دروازے بند کردیتے ہیں' لیکن ہمیں بھی تو اپنی کوئی فکر ہونی چاہیے۔ ہمیں بھی تو شیطان کے دروازے اپنی جانب سے بند کر لینے کی فکر ہونی چاہیے اور نیکیوں کی اور بھائی چارے کی فراوانی کرنی چاہیے' تاکہ ایک طرف ماہ مبارک کے آخر تک ہم بالکل متقی و پرہیز گار بن کر اس کے اندر سے برآمد ہوں' اور دوسری طرف باہر سے آنے والوں کو اندازہ ہو کہ یہ مہینہ تو مسلمانوں کا مہینہ ہے۔

رمضان کے لیے ہم سب کو پورے سال ہی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ "اے اللہ ! اگلے سال کے روزوں کے لیے ہمیں مکمل صحت مند اور توانا رکھ اور پھر ان روزوں کو ہمارے لیے مقبول بھی بنا"۔ کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ کیا کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میں کسی سال رمضان کے روزے رکھنے کے قابل نہ رہوں؟ یا فقط چند روزے ہی رکھ سکنے کی ہمت اپنے اندر پاؤں؟ اور پھر دل ہے کہ رونے لگتا ہے اور آنکھیں ہیں کہ آنسو بہانے لگتی ہیں۔ "نہیں ! نہیں ! خدایا نہیں ! کبھی ایسا برا وقت نہ لانا۔" پرانے زمانے کی بڑی بوڑھیاں مر تو جاتی تھیں' لیکن مجال ہے کہ شدید ترین بیماری میں ڈاکٹروں کی ہدایت کے باوجود ایک روزہ بھی وہ چھوڑ دیں ! کہتی تھیں کہ بے شک وہ مر جائیں' لیکن رمضان کے روزے وہ ہرگز نہیں چھوڑیں گی۔ آج کی طرح کے مسلمانوں کا سا حال ان کا نہیں تھا کہ ادھر کسی "نیم مسلمان معالج" نے روزے سے پرہیز کی لالچ دی اور ادھر انہوں نے سات آٹھ روزے لگاتار چھوڑ دیے۔ لگتا تھا جیسے وہ شروع دن ہی سے اسی "نیک ہدایت" کے منتظر بیٹھے تھے !

لازم ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور ہماری زندگی ہی میں کبھی نہ ختم ہونے والے باثواب روزے ایک بار پھر عنایت کیے' اسی طرح ہم بھی اپنے پروردگار کا حق ادا کرتے ہوئے رمضان سے پہلے اپنے وہ سارے کام نمٹا لیں' جن کے نتیجے میں اللہ سے قربت کے لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ وقت حاصل ہو سکے۔ خواتین بہنیں بھی عید کی خریداریاں رمضان سے پہلے کر لیں۔ پھر بس ذکر و اذکار اور تلاوت ہی کے لیے بیش از بیش وقت نکالا کریں۔ کتنی ہی اللہ والی بہنیں ایسی ہیں جو اس ماہ میں التزام سے پانچ چھ قرآنِ پاک

(بقیہ ص23پر)

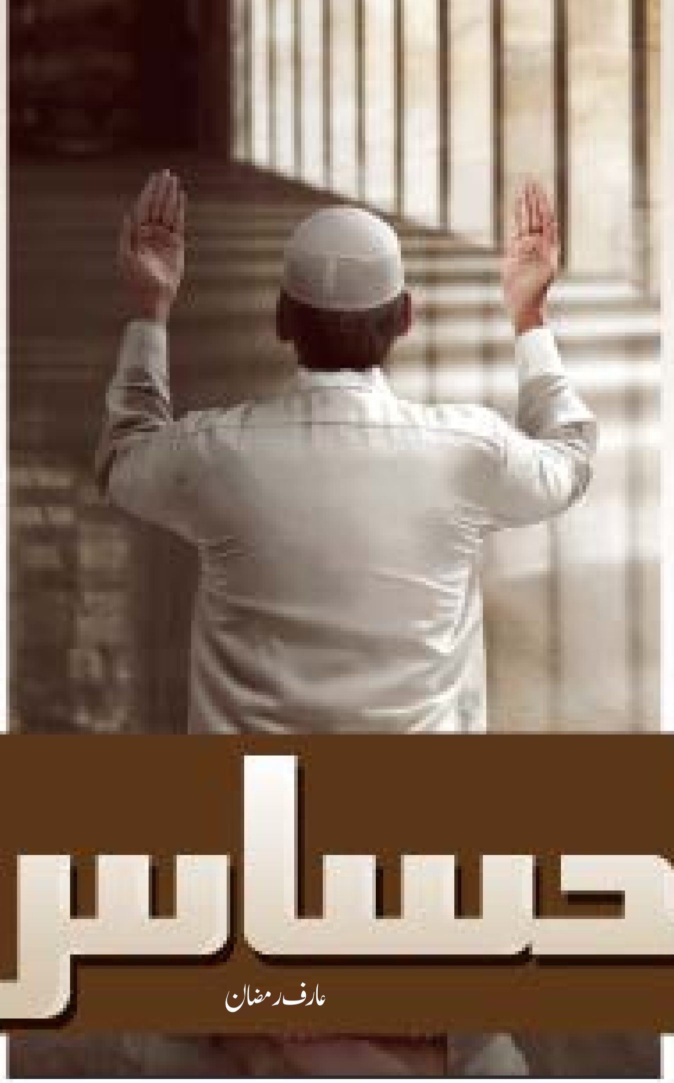

احساس

عارف رمضان

"میں نے تو فیصلہ کیا ہے کہ میں کسی لڑکی کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھوں گا۔" اس کے ارادوں میں پختگی اور آنکھوں میں ایک چمک نمایاں تھیں۔

"کیوں ایسا کیا ہو گیا جو آج اچانک یہ باتیں سننے کو مل رہی ہیں۔" میں نے تعجب بھرے لہجے میں پوچھا۔

"دراصل بات یہ ہے کہ ہم اکثر و بیشتر خواتین کو ہر برائی کی جڑ کہتے ہیں، مگر ہم نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ دراصل اس برائی کی وجہ بھی تو ہم ہی ہوتے ہیں۔ اگر لڑکیوں کو پردے کا حکم دیا گیا تو وہیں لڑکوں کو بھی نظریں نیچی رکھنے کا کہا گیا۔ ویسے بھی میرا ضمیر اب یہ گوارہ نہیں کرتا کہ میں کسی کو بری نگاہ سے دیکھوں۔ آج جب میں اپنے گھر سے اپنی بہن کو لے کر نکلا تو راستے میں کچھ لڑکوں نے عجیب و غریب نگاہ سے ہمیں گھورا۔ یہ بات مجھے بہت بری لگی، تب مجھے احساس ہوا کہ ان سب ماؤں بہنوں کے بیٹوں اور بھائیوں کو بھی یہ بات اسی طرح بری لگتی ہو گی، جن کو ہم دیکھتے ہیں۔ اوروں کی بہنوں کو گھورنا بھی تو اتنا ہی تکلیف کا سبب بنتا ہو گا ان کے لیے، جتنا آج میری بہن کو گھورنا میرے لیے بنا ہے۔" کاشف کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ایک ہی سانس میں بول گیا۔

کاشف کی باتوں میں دم تھا۔ آوارگی کی انتہاؤں کو چھونے والے کاشف کو صرف ایک احساس نے حقیقت کی دنیا میں لا کھڑا کیا تھا۔ اچھائی کی طرف اٹھنے والے اس قدم کو جس قدر سراہا جائے کم ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ آج جو کچھ ہم بوئیں گے، کل کو وہی کچھ کاٹنا پڑے گا۔ ایک اچھے معاشرے میں بسنے والے افراد کی سوچ اور افکار ایسی ہی ہونی چاہییں۔

گزشتہ کئی برسوں سے ہم جس معاشرے کا حصہ بن چکے ہیں، اس میں جانے انجانے میں ایسی کئی برائیاں نمودار ہو چکی ہیں کہ جنھیں کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دوسروں پر تنقید اور خود کو پاک دامن سمجھا جاتا ہے۔ یہ سوال بہت اہم ہے کہ کیا ہم واقعی کسی اچھے معاشرے کا فرد ہونے کے اہل ہیں یا نہیں؟

کسی بھی اچھے یا برے معاشرے کی تشکیل میں خود اس معاشرے کا اپنا کردار بہت ہوتا ہے۔ یوں تو سوسائٹی میں تعمیر و ترقی اور خوش حالی میں مرد و زن دونوں کا عمل دخل نمایاں ہوتا ہے، مگر مردوں کا معاشرے میں پھیلتی برائیوں اور ان کے سدِّ باب میں کلیدی کردار ہوتا ہے، کیوں کہ اگر ایک طرف وہ بیٹا ہے تو دوسری طرف وہ کسی کا باپ بھی ہے۔ اگر وہ شوہر ہے تو وہ گھر کا سربراہ اور ذمہ دار بھی ہے۔ گھر سے لے کر سوسائٹی اور پھر قومی سطح تک تمام جگہوں پر اس کے احکامات ہی سے بگاڑ یا درستی واقع ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کی بہ نسبت قوی بنایا ہے، جس کی وجہ سے اس میں برداشت کا مادہ بھی اسی قدر زیادہ ہے۔ یہی برداشت اس کے جذبات و احساسات میں بھی رکھی گئی ہے اور اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر حکمران مقرر کیا ہے اور نبی مکرم ﷺ نے ایک بہتر شخص اسے قرار دیا ہے، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ نرمی اور حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے۔ لڑکپن میں اپنی نظر کا خیال رکھنا، اپنے ارد گرد کے معاشرے کو اپنی منفی سوچ اور اپنے غیر معیاری کردار سے محفوظ رکھنا ایک سلجھے ہوئے اور با کردار شخص کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ پھر جب لڑکپن اور جوانی کی عمر کو پہنچے تو اس کی ہر ممکن حفاظت بھی نہ صرف اس کی ترجیحی ذمہ داری میں شامل ہوتی ہے بل کہ اپنے ساتھ ساتھ اپنے ماتحت بھائیوں اور دوستوں کو بھی راہ راست پر رکھنا ذمہ داریوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

جوانی ایک ایسی عمر ہوتی ہے جہاں پر ہونے والی چھوٹی سے غلطی کا خمیازہ صدیوں پر محیط ہو جاتا ہے۔ ایک لمحے کی کوتاہی صدیوں کی کوتاہی بن جاتی ہے، لہٰذا ایسی عمر میں نوجوانوں کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ گھر کی تمام تر ذمہ داریاں بھی ایک ایسے مرد پر عائد ہوتی ہیں اور پھر خود کی ذمہ داریاں بھی احسن انداز میں نبھانی ہوتی ہیں۔

بطور شوہر مرد کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، جہاں پر ہر شوہر ایک ایسی نازک ڈور سے باندھ دیا جاتا ہے جس سے دو خاندان جڑے ہوتے ہیں۔ انتہائی حساس ترین تین لفظوں کے ساتھ بندھے اس رشتے کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق بسر کرنا بہت مشکل اور کٹھن ترین مرحلہ ہوتا ہے، مگر ایسا نہیں کہ یہ تمام مراحل ناممکنات میں سے ہیں۔ شوہر کے بعد ایک ذمہ دارانہ دور شروع ہوتا ہے جسے باپ اور سرپرستِ اعلیٰ کا درجہ دیا جاتا ہے۔ باپ وہ سائبان ہوتا ہے، جس کے سائے تلے معصوم کلیاں پروان چڑھتی ہیں۔ بطور باپ اگر کوئی مرد اپنی ذمہ داریوں سے کوتاہی برتتا ہے، اس کا نقصان نہ صرف ایک فرد، بل کہ کئی خاندان اور آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔

خواتین کی ذمہ داریاں اپنی جگہ اہم ہیں، تاہم مردوں کی ذمہ داریاں معاشرے کی اچھائی اور تعمیر میں مرکزی کردار رکھتی ہیں۔ مردوں کے لیے کوئی بھی غلطی چھوٹی نہیں سمجھنی چاہیے۔ عموماً یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ ایک مرد کی غلطی کو کوئی نہیں دیکھتا، لیکن کیا کسی نے کبھی یہ بھی سوچا کہ اس کے لگائے ہوئے داغ اور دھبے دوسری طرف پورے خاندان کو اجاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ اگر دنیا مرد کی غلطی کو اتنی باریکی سے نہیں بھی دیکھتی، تب بھی ایسا ہرگز نہیں کہ غلطی کرنے والا بچ کر نکل لے۔ یہ دنیا مکافات عمل ہے۔ یہاں پر ہونے والی ہر غلطی کی سزا غلطی کرنے والے کو کسی نہ کسی صورت میں ملتی ضرور ہے۔ غلطی کرنے والے کو بس اس دن کا انتظار کرنا چاہیے کہ اس کے حصے کی لکھی ہوئی سزا کب اور کس وقت اسے ملے گی۔

لڑکے سے لے کر مکمل آدمی تک ان تمام ادوار میں ایک بڑی ذمہ داری ان کے سربراہوں اور والدین کی ہے، جن کے زیر سایہ وہ پروان چڑھتے ہیں۔ دولت کے نشے میں دھت کچھ والدین یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بچوں سے اگر چیک اینڈ بیلنس کا سلسلہ شروع کیا گیا تو ان کے بچوں کی خود اعتمادی کی صلاحیتیں متاثر ہوں گی۔ لہٰذا وہ ان سے کب، کیا، کیوں، کیسے اور کس لیے جیسے سوالات نہیں کرتے۔ پھر اس کے بعد کچھ ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں، جس کا بوجھ نہ صرف ان کے وہ بچے جنھیں وہ ذرا برابر بھی دکھ نہیں دینا چاہ رہے ہوتے، وہ اٹھاتے ہیں، بل کہ اس کے ساتھ ساتھ اس غلط قدم کا بوجھ خود ان والدین کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ نوجوانوں کو اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو صحیح معنوں میں ادا کرنا چاہیے۔ ایک بھائی، ایک شوہر، ایک بیٹا اور ایک باپ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ جو کچھ وہ دوسروں کے لیے سوچیں اور کریں گے، ایک نہ ایک دن وہی کچھ ان کے ساتھ بھی ہو گا۔ اس لیے دوسروں کی عزت اور آبرو کی حفاظت، ان کے ساتھ حسن سلوک اور اخلاقی برتاؤ یہ نہ صرف ان کے لیے ہوتا ہے بل کہ آپ خود اپنے لیے کرتے ہیں۔

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہے۔ نوجوان اپنی جوانیوں کو قیمتی سمجھیں۔ جوانی کی توبہ اور عبادت اللہ کو بہت پسند ہے یہ وقت پھر کبھی نہیں ملے گا، اس لیے اس میں اٹھنے والے ہر قدم کو سوچ سمجھ کر رکھیں اور صحیح سمت کی طرف رکھیں، ورنہ یاد رکھیے! ہر قدم جو اٹھ جاتا ہے، وہ اٹھ جاتا ہے۔ اس کا ازالہ کرنے کو ایک اور زندگی نہیں ملے گی۔ بس اس ماہِ مبارک میں ایک اچھے قدم کو خود بھی اٹھائیں اور اسی اچھے قدم کو اٹھانے کے لیے دوسروں کے ہم راہی بن جائیں۔

کتنی ہی اللہ والی بہنیں ایسی ہیں جو اس ماہ میں التزام سے پانچ چھ قرآنِ پاک ختم کرتی اور باقاعدہ اعتکاف میں بیٹھتی ہیں۔ یقیناً اللہ ان مومنات سے ہم سب سے زیادہ خوش ہو گا کیونکہ وہ دھوئیں اور گرمی کی زد میں آکر بھی حد سے زیادہ عبادات کے لیے وقت نکالتی ہیں۔ کیا ہم نے دیکھا نہیں ہے کہ افطار کے وقت سب سے زیادہ مصروف اور خدمت گذاری کون کرتا ہے؟ مرد تو افطار و نماز تراویح کے بعد آرام کے لیے بستر پر دراز ہو جاتے ہیں، لیکن یہ بیچاریاں؟ انہیں تو نماز کے بعد بھی ایک بار پھر باورچی خانوں میں آن وارد ہونا ہوتا ہے۔ بے تحاشا برتن سمیٹنا اور انہیں دھو کر الگ رکھنا بذاتِ خود مشقت والے عمل ہیں، لیکن وہ اس سے بھی آگے بڑھ کر سب گھر والوں کے لیے ایک بار پھر کھانا پکانے میں جُت جاتی ہیں۔ لیکن یہ تو اللہ نے انہیں ثواب سے نوازنے کے لیے کیا ہے اور اس پر بڑی بڑی بشارتیں سنائی ہیں۔ پھر یہ دنیا سے آنکھ بند ہوئی تو جنت میں کوئی باورچی خانہ نہیں ہو گا، وہاں تو بس پکی پکائی اشیائے خورد و نوش ہوں گی اور میری سب مائیں بہنیں بیٹیاں اپنے اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ ہنستی کھیلتی ہوں گی۔ انشاء اللہ!

رمضان کی برکتوں کو دیکھنا ہو تو سوچنا چاہیے کہ دو تین قسم کی افطاری کا سامان تو تقریباً ہر روز ہی ہر فرد کے دستر خوان پر اللہ تعالیٰ ضرور فراہم کرتا ہے اور پھر صرف اتنا نہیں بل کہ اس کے ساتھ پڑوسی، اہلِ محلّہ اور غریبوں کو بھی افطار میں شریک کرنے کی کوئی نہ کوئی صورت بنتی رہتی ہے۔ کبھی سموسے پکوڑے وغیرہ بھیج کر اور کبھی کسی روزہ دار کو گھر پر بُلا کر۔ یہ بھی صرف اس لیے ہے کہ لوگ جان سکیں کہ یہ تمام برکتیں اور فراخی دراصل اسی ماہِ مبارک سے وابستہ ہیں۔

سو اے ماہِ مبارک خوش آمدید! اور اے ہلالِ صوم و قرآن، مرحبا!۔ ہم تجھے بستی میں خوش آمدید کہتے ہیں!

رمضان اور قرآن

محمد سجاد

رمضان میں ہمیں زیادہ سے زیادہ وقت اور توجہ قرآن کریم کو دینا چاہیے‘ کیوں کہ قرآن ہمیں خالقِ حقیقی کی معرفت سے روشناس کراتا ہے۔ زندگی کی ابتدا‘ انتہا اور قیامت کے برپا ہونے کا تذکرہ کرتا ہے۔ محشر کی ہولناکی اور عمل پر سزا و جزا بیان کرتا ہے۔ جنت کی ناز و نعمت کو سراہتا ہے۔ جہنم کے غم و حزن سے ڈراتا ہے اور دھمکاتا ہے۔ انھی مقاصد کے پیشِ نظر گذشتہ اقوام کی حکایتیں اور واقعات سامنے رکھ کر ان کی کامیابی اور ناکامی کے نتائج کا اظہار کرتا ہے۔ انسان کے عجز و ضعف کو ثابت کرنے کے لیے تدریجِ تخلیق سے استدلال کرتا ہے۔ کائنات کے انوکھے منظر کو پیش کر کے قادرِ مطلق کی قوّت اور قدرت کا مظاہرہ کرتا ہے اور یقیناً یہی سارے نکات انسان کو فرشتوں سے اعلیٰ عہدے پر فائز کر دیتا ہے‘ اس لیے قرآنِ کریم کو وہ توجہ دینی چاہیے‘ جو اس کا حق ہے۔

اس کے برعکس دین و مذہب سے ہٹ کر جتنے علوم و فنون کا رواج ہے‘ وہ دنیاوی علوم کہلاتے ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ مادیت اور مغربیت کے غلبے کی وجہ سے آج کے دور میں ایک خاص طبقہ اِن جدید علوم و فنون کی تائید کے لیے قرآنی نصوص پیش کرتے ہیں اور پھر اسی مناسبت سے قرآنِ کریم کی خود ساختہ تفسیر و تشریح بناتے ہیں‘ حالاں کہ اس بات کی طرف غور نہیں کرتے کہ نزولِ قرآن کے زمانے میں بسنے والے انسان آج کے ان علوم و فنون سے ناآشنا تھے۔ اگر ان علوم کا تذکرہ قرآن میں اسی وقت سے تھا اور وہ انسان اس بات سے ناواقف تھے تو قرآن کا ان کو مخاطب بنانا ہی درست نہ ہوتا۔

دوسری بات یہ کہ آئے دن ان جدید فنون کے اصول و نظریات میں ردّ و بدل ہوتا رہتا ہے اور کبھی ردی کی ٹوکری کے حوالے بھی کر دیے جاتے ہیں۔ اگر آج ان اصولوں اور نظریات کو بنیاد بنا کر قرآن کریم کی تشریحات کی جائیں گی تو کل اس میں تبدیلی کی صورت میں نعوذ باللہ قرآن کریم کے مفاہیم بھی بدلنے پڑیں گے اور تھوڑے تھوڑے وقتوں کے بعد بدلتے رہیں گے‘ جس سے قرآن مذاق بن کر رہ جائے گا‘ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ہم نے اس (قرآن) کو نصیحت بنا کر اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

اب ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید کی تفسیر جدید علوم و فنون کی روشنی میں سوچنا شروع کر دیتے ہیں‘ اُن کا آخری نتیجہ گم راہی یا پھر اسلام کی دولت سے محرومی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ لہٰذا حقیقی دین‘ محکم آیات اور احکامات کی بے محل اور رکیک تاویلات کر کے قرآن کریم کو جدید علوم کے متزلزل نظریات کے موافق بنانا کسی طرح مناسب نہیں۔

ایسی قباحتیں تبھی رونما ہوتی ہیں‘ جب قرآن کریم سے دوری ہوتی ہے اور صحیح نہج پر قرآن کریم کو سمجھنے والوں سے استغنا ہوتا ہے‘ حالاں کہ اس کو صحیح سمجھنا ہماری دنیوی‘ اخروی اور معاشرتی و اقتصادی ضرورت ہے اور اس سے پہلو تہی اختیار کرنا نقصان ہی نقصان ہے۔ کاش! ہم اللہ تعالیٰ کی اس عظیم کتاب کو وقت دیں۔ اس کی تلاوت سے دل و دماغ کو معطر رکھیں۔ اپنے اوقات کو قیمتی بنانے کے لیے اس سے خوب شغف رکھیں۔

رمضان اور قرآن کی آپس میں ایک بہت بڑی مناسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو رمضان کے مہینے میں بابرکت رات ”لیلۃ القدر“ میں نازل فرمایا۔ ہر سال حضرت جبرائیل علیہ السلام‘ حضور ﷺ کے پاس تشریف لا کر ان سے پورا قرآن سنتے سناتے۔ تراویح میں سننا مستقل عبادت ہے۔ لہٰذا اپنے رمضان کو نیکیوں کی بہار بنانے کے لیے ہمیں قرآن کریم کو اپنا وِرد بنانا چاہیے۔

جہاں دوسری ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے اپنے اوقات کو ہم تقسیم کرتے ہیں‘ اسی طرح قرآن کریم کو مقصدِ زندگی اور اللہ تعالیٰ کے فرامین کو سمجھنے کے لیے ہمیں اپنے نظام الاوقات میں حصہ دینا چاہیے۔ ہم قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے یا تو کسی ماہر عالمِ دین یا مسجد کے امام صاحب سے پڑھیں یا اردو زبان میں کچھ سہل ترجمہ و تفسیر کو روزانہ کی بنیاد پر اپنے معمولات کا حصہ بنائیں۔ اس سلسلے میں شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کا ”آسان ترجمہ قرآن“ تو حقیقت میں اسم با مسمّٰی اور انتہائی مفید ہے‘ اس کے علاوہ حضرت مفتی محمد شفیعؒ کی ”معارف القرآن“ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ”تفسیرِ عثمانی“ بھی سہل اور عوامی انداز کی ہیں‘ جن کا مطالعہ انسان کو قرآن فہمی میں بہت مدد دیتا ہے۔

رمضان کی آمد آمد ہے۔ دیر نہ کریں۔ قرآن کریم کو سمجھنے کی ابتدا کریں اور زندگی بھر قرآن کی تلاوت کو اپنا معمول بنانے کے لیے رمضان کے مہینے کو غنیمت سمجھیں اور دن رات کے ان لمحات کو قیمتی بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کے مہینے میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

Perfect
24

محمد فاروق ملک

دو الگ الگ مقامات پر ہونے والے اجلاس نہایت رازداری اور زور و شور سے جاری تھے۔ تجاویز اور مشورے بارش کی طرح برس رہے تھے۔ شکایات کا کیچڑ تمام شرکا کو داغ دار کر رہا تھا۔ ایک طرف گاؤں کے تمام کسان اور دیگر اہل علاقہ بوہڑ کے ایک قدیم پیڑ کے نیچے دھوتیاں سنبھالتے چارپائیوں پر غصے سے بھرے بیٹھے تھے۔ انسانوں کو شکایت تھی کہ ہر نئی فصل پر مختلف قسم کے جانور اور پرندے نہ صرف فصل میں سے زبردستی اپنا حصہ وصول کرتے ہیں، بل کہ فصل کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ انسانوں کے ذریعۂ آمدنی کو بھی بتدریج گھٹاتے چلے جا رہے ہیں۔ کسی کو اس بات کا غصہ تھا کہ اس کی فصل کیڑے مکوڑے کھا گئے ہیں تو کوئی اس بات کا رونا رو رہا تھا کہ چڑیوں، تیتروں اور دیگر پرندوں نے اس کی فصل آدھی کر دی ہے۔ کوئی ٹڈیوں کے حملے کو کوس رہا تھا تو کوئی اپنے کھیت میں گیدڑوں، کتوں اور خرگوشوں کے گھس آنے پر لعن طعن کر رہا تھا۔ انھی مسائل کے حل کے لیے تجاویز دی جا رہی تھیں، مشورے مانگے جا رہے تھے، بحث ہو رہی تھی اور جانور برادری کے خلاف بڑے زور و شور سے متفقہ قراردادیں منظور کی جا رہی تھیں۔

دوسری طرف نزدیکی جنگل میں آج منگل کا سماں تھا۔ کیا چرند، کیا پرند، طرح طرح کے بھیس میں جانور اور پرندے اپنے اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی بولی بول رہے تھے۔ شور اتنا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

”میری مانو تو سب مل کر انسانوں پر چڑھ دوڑو۔ انھیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دو، تاکہ انھیں پتا چل جائے کہ انھوں نے کس قوم کو للکارا ہے۔ ہم صدیوں سے سنتے آئے ہیں کہ اتحاد میں برکت ہے۔“ لومڑی نے گرہ لگائی۔

”لیکن اس طرح کئی بے گناہ بھی مارے جائیں گے اور جو خون خرابہ ہو گا، اس سے کئی نسلیں تباہ ہو جائیں گی۔ ہمیں مل کر کوئی ایسا حل تلاش کرنا چاہیے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔“ لگڑ بگڑ بولا۔

”میری مانو تو پہلے اپنا کوئی امیر چُن لو جو یہ طے کرے کہ ہمیں انسانوں سے کیا شکایتیں اور مسائل درپیش ہیں، کیوں کہ ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے دو یا دو سے زیادہ لوگ کسی سفر پر نکلیں تو اپنا ایک مشترکہ امیر چُن لیں۔“ فاختہ نے مشورہ دیتے ہوئے اپنے پر پھڑپھڑائے۔

”بی فاختہ... تمھاری بات بجا، مگر ہمارا امیر کس کو ہونا چاہیے؟“ بگلہ بولا۔

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا، کلغی والے کبوتر نے زور زور سے غٹر غوں غٹر غوں کرتے ہوئے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا: ”میری مانو تو گاؤں سے لگ بھگ چار گھنٹے کی مسافت پر ایک پرانی پہاڑی پر شاہین رہتا ہے۔ میں نے انسانوں سے سنا ہے کہ ان کا ایک شاعر اقبال شاہین کی بہت تعریف کرتا ہے۔ اُسے اپنا امیر چُن لو۔“

”شاہین... شاہین... شاہین“ سب نے کبوتر کی ہاں میں ہاں ملائی۔

آخرکار مشترکہ فیصلے کے بعد ہُدہُد کے ذریعے شاہین کو بلوانے کے لیے پیغام بھیجا گیا۔ اگلے دن وقتِ مقررہ پر ہُدہُد کی رہنمائی میں شاہین آ موجود ہوا۔ دانش مندی، شرافت، لیاقت، ذہانت اور بہادری اُس کے انگ انگ اور پَر پَر سے جھلک رہی تھی۔ تمام جانور اور پرندے اس کے رعب کے آگے سر جھکائے خاموش کھڑے تھے۔

شاہین نے ابتدائی کلمات کے بعد کہا: ”مجھے ہُدہُد سے تمھاری داستاں پتا چلی ہے۔ میں کچھ کمیٹیاں بنا رہا ہوں جو دو دن بعد مجھے رپورٹ دیں گی۔ پہلی کمیٹی میں وہ تمام جانور اور پرندے شامل ہوں گے جو طویل عرصے سے انسانوں میں رہتے آئے ہیں اور ان کی زبان سمجھتے ہیں۔ یہ مجھے بتائیں گے کہ انسانوں نے کیا کیا منصوبے بنائے ہیں۔ دوسری کمیٹی ان کی تحقیقات کر کے رپورٹ مرتب کرے گی اور اپنی تجاویز دے گی۔ تیسری کمیٹی ان تجاویز کی روشنی میں جوابی کارروائی کرے گی۔“ سارے جانور اور پرندوں نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا۔

دو دن بعد سب اُسی پرانے جنگل میں جمع تھے۔ خبریں انتہائی تشویشناک اور حالات انتہائی نازک تھے۔ کلغی والے کبوتر، طوطے اور کوّے نے گاؤں والوں کی بوہڑ کے درخت کے نیچے ہونے والی پنچائیت کی ساری تفصیل شاہین کو بتا دی تھی۔ انسان اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آیا تھا اور جانور برادری کے خلاف کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان میں نکل کھڑا ہوا تھا۔ وہ نہ صرف تیزابی کھادوں کا بے دریغ استعمال کر رہا تھا، بل کہ بندوق، جال، کرنٹ زدہ تاروں اور کانٹے دار باڑوں کی مدد سے ہر وہ حربہ استعمال کر رہا تھا جس سے جانور برادری کو تباہ و برباد کیا جا سکے۔

مُرغی نے ان خبروں میں اضافہ کرتے ہوئے بتایا کہ ”انسان بڑا ظالم، خود غرض اور بے حس واقع ہوا ہے۔ وہ مختلف طریقوں سے ہماری نسل کشی میں مصروف ہے، لہٰذا اسے علاقہ بدر کر دیا جائے۔“ اسی طرح مینڈک نے دل خراش داستان سناتے ہوئے بتایا کہ ”میرے بھائی کو کچھ دن پہلے میڈیکل کالج کے طلبا تجربے کی آڑ میں پکڑ کر لے گئے تھے۔ بعد میں اس کی شکستہ لاش پرانے گٹر کے پاس کوڑے کے ڈھیر پر پڑی ہوئی ملی تھی۔“

شاہین بھی ان حالات سے بہت دکھی تھا مگر اس نے پھر بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور کہا: ”بھائیو اور بہنو! ہم آج سے ابتدائی اقدام کا اعلان کرتے ہیں، مگر دھیان رہے کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو، ورنہ ربّ کے ہاں اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔ مجھے تمھارا امیر بنایا گیا ہے اور میری اطاعت تم پر واجب ہے۔ کل سے تم انسانوں کی ہر قسم کی امداد اور تعاون بند کر دو گے۔ یہ صورتِ حال کم از کم ایک ہفتہ جاری رہے گی۔ اس کے بعد ہم اسی جگہ صورتِ حال کا جائزہ لے کر اگلا قدم اٹھائیں گے۔“ سب نے خوش ہو کر شاہین کی ہاں میں ہاں ملائی اور اپنے اپنے مورچے سنبھالے میدان میں اتر آئے۔

یہ پورا ہفتہ تمام انسانوں کے لیے توقع سے ہٹ کر تھا۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ حالات اچانک اتنے کیسے بدل گئے؟ مرغیوں نے انڈے دینے بند کر دیے تھے۔ گائے بھینسوں نے اپنا دودھ روک لیا تھا۔ کتے گھر کی رکھوالی کرنے کے بجائے ایک کونے میں دم دبائے پڑے رہتے، جس کا فائدہ اٹھا کر چور گھروں کا صفایا کر دیتے۔ بلی نے چوہے کھانے سے انکار کر دیا تھا، جس کی وجہ سے چوہے تمام دن اودھم مچاتے رہتے۔ چھپکلیوں نے جابجا ڈیرے ڈال دیے تھے۔ لال بیگ، کنکھجوروں اور ساتھی کیڑوں نے فضلہ کھانا چھوڑ دیا تھا۔ دوست کیڑوں نے فصلوں سے دشمن کیڑوں کے ساتھ دوستی کر لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جابجا گٹر اُبل پڑے۔ بدبو نے اپنا رنگ جمایا اور مختلف متعدی بیماریاں پھیل گئیں۔ کسی کو ہیضے تو کسی کو اسہال نے آ لیا۔ کوئی پیٹ درد سے کراہ رہا تھا تو کوئی بخار میں جل رہا تھا۔ کسی کے زخم ٹھیک نہیں ہو رہے تھے تو کسی کو نزلہ زکام کی شکایت ہو گئی تھی۔

ایسے میں گاؤں کے سیانے دوبارہ اسی پرانے بوہڑ کے درخت کے نیچے مل بیٹھے۔ چاچا منشی بولا: ”ہر کوئی نظام کی خرابی کا رونا رو رہا ہے۔ کسی کو سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور کیسے یہ سب ٹھیک ہو گا۔ میری مانو تو امام صاحب کے پاس چلو اور اس سے مشورہ لو۔“ سب سیانے اکٹھے ہو کر امام صاحب کے حجرے کے باہر آ موجود ہوئے۔

امام صاحب نے سب کا مسئلہ سنتے ہوئے کہا: ”قرآن مجید میں ہے کہ اے ایمان والو... صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ہم اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ پہلے زمانے میں جب تیزابی کھادیں نہیں ہوا کرتی تھیں، تب فصل اب سے بھی زیادہ اچھی ہوتی تھی۔ کیوں کہ اس وقت ہمارے کسان نماز روزے کی پابندی کے علاوہ فصل کی بوائی اور پانی لگاتے وقت اللہ کا ذکر کرتے، قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور درود شریف کا ورد کرتے تھے۔ یوں نہ صرف ان کی فصلیں زیادہ پیداوار دیتی تھیں بل کہ دشمن کیڑوں سے بھی محفوظ رہتی تھیں۔ خود ہمارے ربّ کا فرمان ہے کہ ہم نے قرآن نازل کیا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ اب تم بھی سب سے پہلا کام تو یہ کرو کہ تیزابی کھادوں کے بجائے کلام الٰہی کی کھاد استعمال کرو۔ دوسرا یہ کہ دوست کیڑے مکوڑوں جانوروں اور پرندوں، سب کی روزی روٹی اسی زمین سے ہے، کیوں کہ یہ دشمن کیڑوں کو کھا جاتے ہیں اور فصل کا نقصان نہیں ہونے دیتے۔ اس کے بدلے یہ اپنی خوراک کا کچھ حصہ تم سے طلب کرتے ہیں۔ تم ان کو ان کا حصہ بخوشی دے دیا کرو۔ تیسرا یہ کہ جب بھی فصل اٹھانے لگو، اس کا دسواں حصہ اپنے ربّ کے نام پر علیحدہ کر لیا کرو۔ یہ رب تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کا حکم ہے۔ اس دسویں حصے سے مستحق لوگ بھی فائدے میں رہیں گے اور تمھاری فصل میں بھی برکت پڑے گی۔ ساتھ ہی پنجگانہ نماز ادا کرو۔ رمضان کا مہینہ شروع ہونے والا ہے، اہتمام سے روزے رکھو، آپس کے لین دین، ناپ تول اور دیگر معاملات پورے کرو۔ زکوٰۃ دو تو کوئی وجہ نہیں کہ تمھارے ربّ کی رحمت تمھاری جانب نہ لوٹ آئے۔“

یہ مشورہ سب کو پسند آیا اور سب نے اس پر عمل کا وعدہ کیا۔ اس طرح نہ صرف انھیں مہنگی تیزابی کھادوں سے نجات مل رہی تھی بل کہ سب کو امید تھی کہ جلد ہی بیماریاں بھی ختم ہو جائیں گی۔ گاؤں والوں نے جاتے ہی اس فیصلے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اس دن تمام جانوروں نے مل کر خوشیاں منائیں۔ شاہین کی ذہانت کی بدولت نہ صرف ان کے مسائل حل ہو رہے تھے، بل کہ ایک دوست ماحول بھی میسر آ رہا تھا۔

اس دن چتکبری مرغی نے خوش ہو کر دو انڈے دیے۔ بھورے کتوں نے تین چور رنگے ہاتھوں پکڑوا دیے۔ چوہوں نے چھپکلیوں کو مار بھگایا۔ لال بیگوں نے ساتھی کیڑوں کے ساتھ مل کر سارا فضلہ ٹھکانے لگا دیا تھا۔ گائے بھینسوں نے وافر دودھ دینا شروع کر دیا تھا۔ دوست کیڑوں نے فصلوں سے چن چن کر دشمن کیڑوں کا صفایا کر دیا۔ جابجا خوشبودار پھول اُگ آئے تھے اور تتلیاں ان پر اڑ کر عید منا رہی تھیں۔ چند ہی دنوں میں تمام لوگ شفایاب ہو گئے۔ جانور برادری نے شاہین اور گاؤں والوں نے امام صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انھیں ایک بہت بڑی مشکل سے نجات مل گئی تھی۔ سارا گاؤں خوشحال ہو گیا تھا۔ پھر چند دن بعد گاؤں کے سارے بڑوں نے مل کر اس گاؤں کا نام ”خوشحال نگر“ رکھ دیا۔

رمضان اور زکوٰۃ

غلام عباس

رمضان اللہ کی جانب سے امت محمدیہ کے لیے ایک عظیم نعمت ہے۔ رمضان کا نام سنتے ہی عبادتوں کا تصور ذہن میں اجاگر ہو جاتا ہے۔ ایک عبادت جو رمضان کے ساتھ خاص تو نہیں، لیکن عموماً لوگ اس کو رمضان میں ادا کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں وہ ہے زکوۃ۔

کیا زکوۃ کی ادائیگی رمضان کے ساتھ خاص ہے؟

خوب یاد رکھیے کہ زکوۃ رمضان کے مہینے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بل کہ جس وقت بھی انسان صاحب نصاب ہو جائے تو اس وقت سے لے کر سال کے اختتام تک اگر وہ صاحب نصاب رہتا ہے تو سال مکمل ہوتے ہی وہ اپنے مال کی زکوۃ ادا کرے گا۔ اس لیے زکوۃ کو رمضان کے مہینے تک موخر کرنا صحیح نہیں ہے۔

اموال زکوٰۃ

ہر مال قابلِ زکوۃ نہیں ہے، بل کہ صرف درج ذیل اموال ہی قابلِ زکوۃ ہوں گے۔

نقدی (Cash) یا نقدی کے قبیل سے کوئی مال ہو جیسے بونڈز یا سیکورٹیز وغیرہ۔

- سونا اور چاندی یا ان کے زیورات۔
- سامان تجارت (Trading Asset)

زکوۃ کون ادا کرے گا؟

زکوۃ کی ادائیگی کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

- مسلمان ہو۔
- بالغ ہو۔
- عاقل ہو۔
- صاحب نصاب ہو۔

زکوۃ کا نصاب

زکوۃ کا نصاب سونے اور چاندی کو ملحوظِ خاطر رکھ کر بنایا گیا ہے، چناں چہ اگر کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی (36.612 گرام) ہو یا ساڑھے سات تولہ (48.87 گرام) سونا ہو یا اتنی مقدار کی نقدی یا سامانِ تجارت ہو تو سال گزرنے کے بعد اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ فرض ہو گی۔

سال گزرنے کا مطلب

جس وقت سے انسان صاحبِ نصاب ہو جائے تو اس وقت سے سال شمار کیا جائے گا کہ سال کے اختتام پر اگر وہ صاحب نصاب ہے تو اس پر زکوۃ فرض ہو جائے گی۔ سال کے درمیان میں اس کا صاحبِ نصاب ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ سال کے شروع اور آخر میں اس کا صاحب نصاب ہونا ضروری ہے، لیکن یہاں اتنی بات ملحوظِ خاطر رہے کہ سال کے درمیان میں انسان کا صاحبِ نصاب ہونا تو ضروری نہیں ہے، لیکن اگر سال کے دوران اس کے پاس کچھ مال بھی باقی نہ رہا اور وہ بالکل زیرو ہو گیا تو اب یہ صاحبِ نصاب

Granitto
28

شمار نہیں ہوگا اور اس پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی ' اگرچہ سال کے اختتام پر یہ صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہو جائے ' کیوں کہ زیر و پر ہونے کی وجہ سے اس کے سال کا پرانا حساب ختم ہو جائے گا اور جب یہ زیرو سے اٹھ کر صاحب نصاب بنے گا تو اس وقت سے اس کا سال شروع ہوگا اور وہاں سے پھر سال کا اعتبار کیا جائے گا۔

سامانِ تجارت پر زکوۃ

اموالِ زکوۃ میں سے ایک سامان تجارت بھی ہے۔ سامانِ تجارت سے مراد وہ مال ہے کہ جس کو آگے بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو اور بیچنے کے وقت تک تجارت کی نیت برقرار بھی ہو۔ اس میں سامان کی مارکیٹ ویلیو کے حساب سے زکوۃ دی جائے گی۔

زکوۃ کی ادائیگی کا طریقہ

زکوۃ کی ادائیگی محض اندازے سے کرنا صحیح نہیں ہے بل کہ اس کا باقاعدہ حساب کر کے ادا کرنا چاہیے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بینک میں موجود رقم اور گھر میں موجود رقم کو اکٹھا کیا جائے۔ اسی طرح سونے وچاندی اور ان کے زیورات کی ویلیو لگا کر حساب کیا جائے اور ان سب کو جمع کیا جائے گا اور اس میں سے اپنے قرضوں (Liabilities) کو نکال کر اگر بقیہ رقم نصاب کو پہنچ رہی ہے تو اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔

قرضوں کا حکم

قرضے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو انسان نے ادا کرنے ہیں اور دوسرے وہ جو اس نے وصول کرنے ہیں۔

قابل وصول قرضے

جو قرض کسی سے لینا ہے اس کو شریعت نے مزید تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

تجارتی (قوی) قرضے

ایسے قرضے جو سامان تجارت کی فروخت کے نتیجے میں وجود میں آئے ہوں یا کسی کو قرض حسنہ دیا ہو تو اس طرح کے قرضے شریعت کی نظر میں قوی اور مضبوط قرض ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ یہ جب وصول ہوں گے تو ان پر پچھلے تمام سالوں کی زکوۃ لازم ہوگی ' لیکن چوں کہ یک مشت ادائیگی مشکل ہوتی ہے تو اس لیے زکوۃ کا حساب کرتے وقت ان قرضوں کو بھی اموال زکوۃ میں شامل کر کے زکوۃ دی جاسکتی ہے ' لیکن یہ ضروری نہیں ہے ' اس لیے اگر کسی نے ان قرضوں کو جب تک کہ وہ ادا نہ ہوں ' اموال زکوۃ میں شامل کر کے ان پر زکوۃ نہ دی تو ایسا کیا جاسکتا ہے ' لیکن اس وقت جب یہ قرض وصول ہوگا تو اس پر پچھلے تمام سالوں کی زکوۃ لازمی ہوگی۔ ان قرضوں پر زکوۃ فی الفور دینا تو ضروری نہیں ہے ' لیکن وجوبِ زکوۃ کے لیے ان کو تمام مال کے ساتھ اکٹھا ضرور کیا جائے گا کیوں کہ ممکن ہے کہ اگر ان قرضوں کو اموال زکوۃ میں شامل نہ کیا تو صاحبِ نصاب کی شرط پوری نہ ہو ' اس لیے ادائیگی کے وقت تو ان قرضوں پر زکوۃ دینا ضروری نہیں ' لیکن زکوۃ کی کیلکو لیشن کے وقت ان کو ضرور شامل رکھا جائے گا۔

غیر تجارتی (متوسط) قرضے

یہ وہ قرض ہوتے ہیں جو سامان تجارت کی فروخت کے نتیجے میں وجود میں نہیں آتے ' بل کہ ذاتی سامان بیچنے کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں ' جیسے کسی کو اپنا گھر یا زمین قرض پر بیچ دی تو ایسے قرض کا حکم یہ ہے کہ یہ جس سال میں وصول ہوگا تو اس پر صرف اس سال کی زکوۃ دی جائے گی ' گزشتہ سالوں زکوۃ ادا نہیں کی جائے گی۔

(ضعیف) قرضے

یہ نہ تو سامان تجارت بیچنے سے وجود میں آتے ہیں نہ ذاتی سامان بیچنے سے وجود میں آتے ہیں ' بل کہ یہ اوپر بیان کی گئی دو صورتوں کے علاوہ قرض ہیں ' جیسے وراثت میں حصہ ملنا ' عورت کا مہر ' تنخواہیں اور پراویڈینٹ فنڈز کی وصولی وغیرہ۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ان کی زکوۃ بھی صرف اسی سال میں ادا کی جائے گی جب یہ وصول ہوں گے۔

قابلِ ادا قرضے

قابلِ ادا جتنے بھی قرضے ہیں وہ سارے کے سارے اموال زکوۃ میں سے منہا کرنے کے بعد بقایا مال سے زکوۃ ادا کی جائے گی ' اگر قرض کو منہا کرنے کے بعد کچھ مال نہیں بچتا یا بچتا تو ہے لیکن نصاب کی حد کو نہیں پہنچتا تو اس سے فریضہ زکوۃ ساقط ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ یہ حکم فردِ واحد کا ہے ' اگر کوئی کمپنی ہے تو اس کے صرف وہ قرضے منہا ہوں گے جو ایک سال کے دوران قابلِ ادا ہوں گے اور جو قرض ایک سال سے زیادہ کے عرصے میں ادا ہونے ہیں تو ان کو منہا نہیں کیا جائے گا۔

زکوۃ لینے کے مستحقین

زکوۃ لینے کے حوالے سے ایک غلط فہمی جو عام طور سے لوگوں میں پائی جاتی ہے ' وہ یہ ہے کہ جو لوگ نصاب کے مالک نہیں ہے وہ زکوۃ لے سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہاں ایک اور شرط بھی ہے کہ جس کو ملحوظِ خاطر رکھنا انتہائی ضروری ہے ' وہ یہ کہ زکوۃ وہی لے سکتا ہے جو نہ تو صاحب نصاب ہو اور نہ ہی اس کے پاس ضرورت سے زائد اتنا سامان موجود ہو کہ اس کی مالیت نصاب کے بقدر ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگرچہ سونا چاندی تو اس کے پاس نہیں ہے یا اتنا ہے جو نصاب کو نہیں پہنچتا لیکن اس کے پاس ضرورت سے زائد اتنا مال موجود ہے کہ اگر اس کی مالیت لگائی جائے تو یہ سب ملا کر نصاب کی حد تک پہنچ جائے تو ایسا شخص نہ تو زکوۃ دے گا اور نہ ہی زکوۃ لے سکتا ہے اور اگر یہ سب ملا کر

بھی نصاب کو نہیں پہنچتا تو پھر یہ شخص زکوۃ کا مستحق ہے اور اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

بعض لوگ گھر میں یا آفس میں ملازم رکھتے وقت ان کو کم تنخواہ پر اس بات پر راضی کرتے ہیں کہ ان کو زکوۃ بھی دیں گے تو یاد رکھیں کہ اس طرح کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک آدمی کو کسی نے اتنی زکوۃ دی کہ وہ صاحبِ نصاب ہو گیا تو اب اس کے لیے ایک سال تک زکوۃ لینا جائز نہیں ہوگا ' تا وقتیکہ سال کے اختتام تک اس کے صاحبِ نصاب نہ ہونے کا پتا نہ چل جائے ' اگر یہ سال کے اختتام پر صاحبِ نصاب تھا تو یہ زکوۃ ادا کرے گا اور اگر نہیں تھا تو پھر یہ زکوۃ کا مستحق ہوگا۔

نیت کا تصور

زکوۃ کی ادائیگی سے پہلے نیت ضروری ہے ' لیکن جس کو زکوۃ دی جارہی ہے اس کو بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوۃ دی جارہی ہے۔ اگر پہلے کسی کو پیسے صدقہ کر دیے اور بعد میں اس پر زکوۃ کی نیت کی تو اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

ویلفیر اداروں کو زکوٰۃ دینا

ویلفیر ایسے ادارے ہیں جو انسانیت کی فلاح کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ ادارے تو ایسے ہیں جو شریعت کے احکامات پر پورے طریقے سے عمل کرتے ہیں اور لوگوں کی دی ہوئی زکوۃ اور صدقات کو شریعت کی قائم کی گئی حدود میں رہتے ہوئے خرچ کرتے ہیں ' لیکن بعض ایسے ادارے بھی موجود ہیں ' جہاں شریعت ثانوی حیثیت رکھتی ہے اور انتظامیہ زکوۃ کی رقم کو سودی بینکوں میں رکھتی ہے اور اس پیسے پر ملنے والے سود سے اپنے اداروں کا نظم و نسق چلاتے ہیں تو ایسے اداروں میں زکوۃ دینا ہرگز جائز نہیں۔ زکوۃ صرف انھی اداروں کو دی جاسکتی ہے ' جہاں اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہاں شرعی اصولوں کو مدنظر رکھ کر زکوۃ کی رقم کو خرچ کیا جائے گا تو آپ کی زکوۃ ادا ہو جائے گی ' لیکن اگر کسی ادارے میں زکوۃ کو خرچ کرنے کے حوالے سے کوئی شرعی ڈھانچہ موجود نہیں ہے ' جیسا کہ بہت سے ایسے ادارے موجود ہیں تو اس وقت ان اداروں میں زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی ' اس لیے زکوۃ کی ادائیگی سے پہلے یہ یقین کر لیں کہ آپ کی دی ہوئی زکوۃ شرعی اصولوں کی روشنی میں خرچ ہو رہی ہے یا نہیں ' اگر نہیں ہو رہی تو آپ صرف ان اداروں کو ہی زکوۃ دیں جو کہ آپ کی اس عبادت کے ضیاع کا سبب نہ بنیں۔

دینی مدارس اور زکوٰۃ

دینی مدارس اس حوالے سے زکوۃ کا بہترین مصرف ہیں ' یہاں زکوۃ دینے سے انسان کو تین اجر ملیں گے :

1. فرضِ زکوۃ کی ادائیگی کا
2. فقرا اور مساکین کی معاونت کا
3. دینِ اسلام کی خدمت کا۔

اس لیے زکوۃ دیتے وقت اسلام کے ان قلعوں کو ترجیح دینی چاہیے۔

(3) بخشش کے بہانے : اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کر کے رمضان میں بخشش کے بہت سے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں ' تاکہ کوئی مغفرت سے محروم نہ رہے۔ حدیث میں آیا ہے : 1 جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی امید کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ 2 جس نے رمضان میں ثواب کی امید کے ساتھ تراویح پڑھی تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں 3 اور جس نے لیلۃالقدر میں ایمان کی حالت میں ثواب کی امید کے ساتھ عبادت کی تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (بخاری) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ عبادات کرتے ہوئے مغفرت کی نیت کرنی چاہیے ' تب ہمیں بخشش نصیب ہوگی۔ کتنا زبردست موقع ہے کہ ہم اپنے دامن کے داغوں کو ان عبادتوں کے نور سے دھو ڈالیں اور اللہ کے سامنے سرخرو ہو کر حاضر ہوں۔ کہیں عیار دشمن اس موقع کو ہم سے ضائع نہ کر دے !

(4) سنت اعتکاف : اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے ' جس میں بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اس کی یاد کے لیے اپنے آپ کو اس کے گھر میں روکے رکھتا ہے۔ اس میں وہ ہر اس چیز کو چھوڑ دیتا ہے ' جو اس کے دل یا اس کے جسم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے۔ اعتکاف اس کے چوکھٹ پر پڑ کر دروازہ کھٹکھٹانے کا نام ہے۔ اس سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کا نام ہے۔ امام زہریؒ نے فرمایا : لوگوں پر تعجب ہے کہ انھوں نے اعتکاف کو چھوڑ دیا ' حالاں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو (ہجرت کے بعد) زندگی میں کبھی نہیں چھوڑا۔

(5) لیلۃالقدر : یہ مبارک رات رمضان کے مہینے میں آتی ہے۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا ' وہ پوری رات عبادت کرتا اور پورا دن جہاد میں شریک ہوتا۔ یہ اس کا ایک ہزار مہینوں تک معمول رہا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اس سے تعجب میں پڑ گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ نازل فرمائی کہ رمضان میں ایک رات ایسی ہے ' جو تمھاری امت کے لیے ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس امت کے ساتھ اللہ کا کتنا خصوصی معاملہ ہے کہ صرف ایک رات کی عبادت پر ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ثواب عطا کیا جارہا ہے ! کتنا بڑا محروم ہوگا جو اس ایک رات میں بھی عبادت نہ کر سکے !

قارئینِ گرامی ! جس مہینے کی یہ خصوصیات ہیں ' ہمیں بھی اس مہینے میں خاص طور پر جھوٹ ' چغلی ' غیبت ' بد نظری ' الزام تراشی ' دھوکہ دہی اور فضول گپ شپ سے اپنے آپ کو بچانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے ' اپنا پورا وقت نماز ' ذکر ' تلاوت ' نوافل ' مناجات ' دعا ' استغفار اور رجوع الی اللہ میں گزارنا چاہیے۔ اے اللہ ہمیں بار بار رمضان کی بہاریں نصیب فرما۔ آمین !

New Zaiby 32

کافی ہے ایک خُدا اگر میرے لیے ہے

کلیم اللہ ہشام

اللہ ایک عظیم و جلیل نام ہے۔وہ کائنات کی سب سے بڑی اور سچی حقیقت ہے۔اس کے معنیٰ بھی بہت لطیف ہیں' کہا گیا ہے کہ وہ الٰہ سے ماخوذ ہے' اس معنیٰ ہیں کہ دل اس کی طرف کھنچتے ہیں' اس سے محبت کرتے ہیں' اسی سے سکون پاتے ہیں۔اس کے بغیر کسی سے بھی لَو لگا کر دل کو امن' چین اور راحت نہیں مل سکتی۔

بندہ کو جس چیز سے سب سے زیادہ خوشی ملتی ہے' وہ ہے اس کا رب تعالیٰ کی طرف چلنا' اس پر بھروسہ کرنا' اس کی سرپرستی کو اپنے لیے کافی سمجھنا۔

"ہمیں اللہ کافی ہے' وہ بہترین کارساز ہے۔"

یہ جملہ حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت کہا' جب وہ آگ میں ڈالے جارہے تھے تو آگ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی کا ذریعہ بن گئی۔

اللہ پر بھروسہ کرنا' اس پر اعتماد کرنا' اس کے وعدوں پر یقین اور حُسنِ ظن رکھنا' یہ چیزیں ایمان کے ثمرات اور مؤمنین کی بہترین صفات میں سے ہیں۔انسان اکیلا حادثات سے نہیں لڑ سکتا' کیوں کہ وہ فِطری طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے۔اگر وہ اپنے معاملات اللہ کے سُپرد کردے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ورنہ وہ کوئی تدبیر بھی اِختیار کرلے تو کام نہیں بنے گا۔

انسان مشکلات اور مسائل میں پھنسا ہوا ہے؛ کبھی قرض بڑھ جاتا ہے تو کبھی مال کم ہو جاتا ہے۔کبھی آمدنی کی فکر دامن گیر ہوتی ہے تو کبھی کوئی اُفتاد آن پڑتی ہے' پھر یہ اپنے رب کو پُکارتا ہے: "حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ"

"ہمیں اللہ کافی ہے' وہ بہترین کارساز ہے۔"

اِبنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ایک حدیثِ قُدسی نقل کی ہے: "میری عزت اور جلال کی قسم! مجھ سے کسی بندے نے پناہ لی اور آسمان اور زمین اس کے خلاف ہو گئے تو بھی میں اس کے لیے خُلاصی اور کُشادگی پیدا کردوں گا۔ میرے جلال و عزت کی قسم! کسی بندے نے میرے غیر کی پناہ لی تو میں اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین سِرکا دوں گا۔" تو اللہ کی پناہ گاہ' بہترین پناہ گاہ ہے۔

علّامہ اِبنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں: "لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کہنے سے بوجھ اُٹھا لیے جاتے ہیں' خطرناک معاملے برداشت ہو جاتے ہیں اور اچھے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔لہٰذا اے اللہ کے بندے! اسے لازم پکڑلے کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔خوش بختی کی ایک علامت ہے اور آرام و راحت کے راستوں میں سے ہے۔"

انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے رب سے خیر کا گمان کرے۔اس کے کرم کا منتظر رہے۔رات کے بعد صبح نکالتا ہے۔ہر نفس میں اس کا لُطف ہے۔قحط کے بعد بارش برساتا ہے' اس لیے انسان کے لیے ضروری ہے کہ اللہ سے تعلق گہرا کرے۔

علاء بن حضرمیؓ کسی صحابی کے ساتھ صحرا کو نکل گئے' ان کے پاس پانی ختم ہو گیا' جب موت کے قریب ہو گئے تو علاءؓ نے اللہ تعالیٰ کو پُکارا۔ان کا

"يَا عَلِيُّ يَا عَظِيۡمُ يَا حَكِيۡمُ يَا حَلِيۡمُ"

کہنا ہی تھا کہ فوراً بارش برس پڑی۔انھوں نے پیا بھی' وُضو بھی کیا' غُسل بھی کیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔"وہی ہے جو مایوسی کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔"

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حصین سے پوچھا: "تم کتنوں کی عبادت کرتے ہو؟" بولے: "سات کی' چھ زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں۔" آپ ﷺ نے دریافت کیا: "رغبت اور خوف میں تمہارے کون کام آتا ہے؟" کہا: "وہ جو آسمان میں ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تو زمین والوں کو چھوڑ دے' آسمان والے کی عبادت کر۔"

بندے کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا محتاج ہونا ایسی بات ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔جو اللہ سے ملاقات چاہے گا' اللہ اس سے زیادہ محبت کرے گا۔خُدا ہر وقت' ہر حال میں' ہر جگہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔حدیث میں ہے کہ "جو لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کرلے' اللہ خود بھی اس سے راضی ہو گا اور لوگوں کو بھی راضی کردے گا اور جو لوگوں کو راضی کر کے اللہ کو ناراض کرے گا' اللہ اس سے ناراض ہو گا اور لوگوں کو بھی ناراض کردے گا۔" (بقیہ ص 35 پر)

مفتی محمد توحید

مسائل
پوچھیں اور سیکھیں

روزہ توڑنا کب جائز ہوتا ہے؟

1 روزہ دار اچانک ایسا بیمار ہو گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے تو موت کا خطرہ ہے یا بیماری بڑھ جائے گی تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینا بہتر ہے۔ مثلاً: اچانک پیٹ میں شدید درد شروع ہو گیا، برداشت سے باہر ہو گیا، دوا لینا ضروری ہے تو ایسی صورت میں دوا پی لینا اور روزہ توڑنا درست ہے۔

2 اگر روزہ دار کو سخت پیاس لگی، اگر پانی نہیں پیے گا تو ہلاکت کا ڈر ہے تو ایسی صورت میں ہلاکت سے بچنے کے لیے پانی پی کر روزہ توڑ دینا جائز ہے، قضا لازم ہو گی، کفارہ نہیں ہو گا۔

3 حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی کہ اس سے اپنی جان یا بچے کی جان جانے کا اندیشہ ہے تو روزہ توڑنا نہ صرف جائز، بل کہ بہتر ہے۔

4 کھانا وغیرہ پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگی اور اتنا زیادہ بے تاب ہو گیا کہ جان کا خوف ہے تو روزہ توڑ دینا جائز ہے، لیکن اگر روزہ دار نے خود قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہو گئی تو گناہ گار ہو گا۔

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کا حکم

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا حلق میں اثرات جانے کے شک کی وجہ سے مکروہ ہے۔ اگر حلق میں ٹوتھ پیسٹ جائے گا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اس لیے روزے کے دوران ٹوتھ پیسٹ استعمال نہ کرے، بل کہ صبح صادق سے پہلے پہلے کر لے۔ ٹوتھ پاؤڈر کا بھی یہی حکم ہے۔

تراویح روزے کے تابع نہیں

تراویح کی نماز روزہ کے تابع نہیں ہے۔ دونوں الگ الگ عبادات ہیں۔ جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں، ان کے لیے بھی تراویح کی نماز پڑھنا سنت ہے۔ اگر نہیں پڑھیں گے تو ترکِ سنت کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے۔

تراویح پورے رمضان میں پڑھنا سنت ہے

اگر قرآن مجید تراویح کی نماز میں مہینہ ختم ہونے سے پہلے ختم کر دیا، مثلاً: چھ دن، دس دن، پندرہ دن یا بیس دن میں پورا قرآن مجید ختم کر لیا ہے تو بقیہ دنوں میں بھی تراویح پڑھنا سنتِ موکدہ ہے، کیوں کہ تراویح میں دو سنتیں الگ الگ ہیں: پورے قرآن مجید کو تراویح کی نماز میں پڑھنا یا سننا ایک مستقل سنت ہے، چاہے چند دِنوں میں سن لے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک کی ہر رات میں تراویح کی نماز پڑھنا یہ مستقل سنت ہے، چاہے قرآن مجید ختم بھی ہو چکا ہو۔

بڑھاپے کی وجہ سے روزے پر قادر نہیں

اگر کوئی مرد یا عورت بڑھاپے یا کسی دائمی مرض کی وجہ سے رمضان کا روزہ رکھنے پر قادر نہیں اور مستقبل میں بھی قادر ہونے کی کوئی امید نہیں اور صحت کی بھی امید نہیں تو ہر روزے کے بدلے میں تقریباً دو کلو گندم یا اس کی قیمت فدیہ میں دے سکتا ہے، لیکن اس کے بعد اگر صحت یاب ہو گیا تو روزے کی دوبارہ قضا کرنا ضروری ہے۔

بے نمازی کے روزے کا حکم

جو شخص رمضان شریف میں روزہ رکھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا تو اس کا روزہ درست ہو جائے گا اور نماز نہ پڑھنے کا گناہ ہو گا اور فوت شدہ نماز کی قضا لازم ہے۔ واضح رہے کہ نماز اور روزہ دونوں الگ الگ فرض ہیں۔ ایک دوسرے پر موقوف نہیں ہیں۔

روزوں سے متعلق خواتین کے مختلف مسائل

1 اگر عورت رمضان شریف میں دن میں حیض یا نفاس سے پاک ہو گئی تو پاک ہونے کے بعد غروب آفتاب تک اس کے لیے کچھ کھانا پینا جائز نہیں، بل کہ غروب آفتاب تک دیگر روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہیں ہو گا، بل کہ اس کی قضا لازم ہو گی۔

2 اگر کوئی عورت رمضان میں رات کو حیض سے پاک ہوئی اور پورے دس دن اور دس رات حیض آیا تو اگر پاک ہونے کے بعد رات کا کچھ حصہ بھی باقی تھا تو صبح کا روزہ رکھنا لازم ہو گا۔

3 اور اگر حیض دس دن سے کم آیا اور عورت پاک ہو گئی اور پاک ہونے کے بعد رات کا اتنا حصہ باقی تھا کہ عورت جلدی سے غسل کر سکتی ہے تو صبح کا روزہ رکھنا لازم ہو گا۔ خواہ غسل کرے یا نہ کرے، روزے کی نیت کرنا لازم ہو گا۔ اگر اس وقت غسل نہیں کیا تو روزے کی نیت کر لے اور بعد میں صبح کو غسل کر لے۔

4 اگر پاک ہونے کے بعد رات کا اتنا حصہ باقی نہ تھا کہ جلدی سے غسل کر سکے تو صبح کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہو گا، البتہ دن کو کچھ کھانا پینا جائز نہیں ہو گا، بل کہ پورا دن روزہ داروں کی طرح رہنا ضروری ہو گا اور بعد میں اس دن کی قضا بھی لازم ہو گی۔

اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد اس دن روزہ کی نیت کرنا درست نہیں، لیکن سورج غروب ہونے تک کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں۔

زکوۃ اور صدقۂ فطر کے نصاب میں فرق

اگر افطار کرنے والے لوگ غریب اور مستحقِ زکوۃ ہیں اور افطاری کی چیزیں الگ الگ تھیلی میں بھر کر یا افطار کرنے والوں کے ہاتھ میں بطورِ ملکیت دیتے ہیں تو اس صورت میں زکوۃ کی رقم سے افطاری کا انتظام کرنا صحیح ہو گا، ورنہ نہیں اور اگر افطار کرنے والے مستحقِ زکوۃ نہیں تو زکوۃ کی رقم سے افطاری کا انتظام کرنا جائز نہیں ہو گا۔

روزے میں انجکشن کا حکم

اگر چند حافظِ قرآن عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ تراویح کی نماز میں قرآن مجید اپنی جماعت سے ختم کریں، یعنی ان میں سے ایک امام بن جائے اور باقی مقتدی بنیں تو مکروہ ہے، خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی، سب میں عورتوں کا امام ہونا عورتوں کے لیے مکروہ ہے، البتہ اگر عورت حافظہ ہے اور قرآن بھولنے کا اندیشہ ہے تو مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کے نزدیک تراویح کی جماعت کی گنجائش ہے۔ باقی یہ گنجائش عام عورتوں کے لیے نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے دوسرے سے ہزار دینار قرض لیے، ایک نے پوچھا: ”کیا تمہارا کوئی گواہ ہے؟“ دوسرے نے کہا: ”میرا گواہ تو صرف اللہ ہی ہے۔“ پہلے نے کہا: ”پھر تو اللہ کافی ہے۔“ پھر پوچھا: ”تمہارا کوئی وکیل ہے؟“ دوسرے نے جواب دیا: ”اللہ کے سوا کوئی نہیں۔“ پہلا بولا: ”پھر تو اللہ کافی ہے۔“ پھر اس شخص کو ہزار دینار دے دیے اور وہ آدمی چلا گیا۔ دونوں کے درمیان ایک وقت اور مدّت طے ہو گئی۔ اس شہر میں دونوں کے درمیان نہر تھی۔ جب وقت قریب آیا تو قرض دار قرض اُتارنے کے لیے دینار لے کر آیا۔ نہر کے کنارے کشتی کی کھوج میں لگا، مگر اسے کشتی نہ ملی۔ رات دیر تک وہ انتظار کرتا رہا کہ کوئی کشتی مل جائے، جب اسے کوئی کشتی نہ ملی تو کہنے لگا: ”اے اللہ! اس نے گواہ طلب کیا، تیرے علاوہ کوئی نہ ملا، اس نے ضامِن طلب کیا، تیرے علاوہ کوئی نہ ملا۔ اے اللہ! یہ دینار اسے پہنچا دے۔“ پھر ایک لکڑی لے کر اسے چیرا اور اس میں دینار رکھے، پھر ایک خط لکھا اور اس لکڑی سے باندھ کر نہر میں پھینک دیا۔ اللہ کی مہربانی سے وہ لکڑی چل پڑی۔ قرض خواہ بھی اپنے ساتھی کے وعدے کا انتظار کر رہا تھا اور وہ بھی نہر کے کنارے کھڑا تھا۔ جب کوئی نہ آیا تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ گھر کے لیے لکڑی ہی لے جاؤں۔ اسے پانی میں ایک لکڑی تیرتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ اسے لے کر گھر گیا اور جب توڑ کر دیکھا تو دینار اور پیغام دونوں چیزیں اس میں سے نکل آئیں کیوں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار اور وکیل مانا بھی تھا اور بنایا بھی تھا۔

حدیثِ قُدسی ہے کہ ”میرا بندہ میرے ساتھ جو گُمان کرتا ہے، میں اس کو پورا کرتا ہوں، لہٰذا وہ جو چاہے مجھ سے اُمید لگائے۔“ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے وہاں سے روزی دیتا ہے، جہاں سے بندے کو گمان بھی نہیں ہوتا، جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے عرش پر لکھا ہوا ہے: ”میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔“ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قُبول کرنے والا ہے۔

ایک جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے اوپر ظُلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا، وہ غفور و رحیم ہے۔“ اللہ کی رحمت اور مغفرت کے کیا ٹھکانے ہیں۔ اس نے اپنی رحمت کے دروازے ان پر بھی بند نہیں کیے جو کُفر کرتے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات میں بڑھاتا ہے، تا کہ دن کے گناہ گار کو معاف کر دے اور دن میں اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے، تا کہ رات کے گناہ گار کو مُعاف کر دے، یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکل آئے۔“ صحیح حدیث میں آیا ہے ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمھیں ختم کر کے دوسرے لوگ لے آئے گا، جو گناہ کریں گے اور اِستغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔“ حدیث میں ہے کہ ”بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔“ ”تم مانگو تو اللہ سے مانگو، مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔ جان لو کہ سارے لوگ جمع ہو کر تمھیں فائدہ پہنچانا چاہیں تو وہی فائدہ پہنچا سکیں گے جو اللہ نے لکھ دیا ہے۔ اسی طرح جو نقصان اللہ نے لکھ دیا ہے اس کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، چاہے سب ہی جمع ہو کر ایسا کرنا چاہیں۔ قلم اُٹھا لیے گئے ہیں، صحیفے سوکھ گئے ہیں۔“ اللہ بندے کے لیے وہی فیصلہ کرتا ہے جو اس کے لیے خیر ہوتا ہے۔ ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے۔ انسان بھی عجیب ہے! اتنی پیاری ہستی سے دور بھاگتا ہے۔ مخلوق کا گُزارہ خالق کے بِنا نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ سے محبت کیجیے اور اس کی طرف دوڑ لگائیے، جو اللہ کو پا لے گا وہ ہر چیز کو پا لے گا اور جو اللہ کو کھو دے گا وہ ہر چیز کو کھو دے گا۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت مبلّغِ اعظم

حکیم نسیم احمد

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل جزیرۃ العرب جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ان کے نام پر ذبیحہ کیا جاتا تھا۔لڑکیوں کو رُسوائی اور خرچ کے خوف سے زندہ دفن کر دیتے تھے اور بچوں کو فقر و فاقہ کے ڈر سے مار ڈالتے تھے۔جہاں تک مختلف قبائل کے ایک دوسرے سے تعلقات کا معاملہ تھا تو یہ پوری طرح شکست ریختہ تھے۔قبائل کی ساری قوت ایک دوسرے کے خلاف جنگ میں فنا ہو رہی تھی۔ خلاصہ یہ کہ اجتماعی حالت پستی میں گری ہوئی تھی۔ جہل اپنی طنابیں تانے ہوئے تھا۔ خرافات کا دور دورہ تھا۔لوگ جانوروں جیسی زندگی گزار رہے تھے۔ عورت بیچی اور خریدی جاتی تھی اور بعض اوقات اس سے مٹی اور پتھر جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ قوموں کے باہمی تعلقات کمزور، بل کہ ٹوٹے ہوئے تھے اور حکومتوں کے سارے عزائم اپنی رعایا سے خزانے بھرنے یا مخالفین پر فوج کشی کرنے پر محدود تھے۔

انسانیت کی اس ابتر اور سسکتی ہوئی حالت پر اللہ تعالیٰ کو رحم آگیا اور اس بھٹکی ہوئی انسانیت کی ہدایت کے لیے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور یہ انسانیت پر اللہ کا بہت بڑ احسان تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوں فرمایا:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ o (اٰل عمران:164)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا اِحسان کیا کہ ان کے درمیان اُنھی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُن کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انھیں پاک صاف بنائے اور اُنھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جب کہ یہ لوگ اِس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

خلعتِ نبوت سے سرفراز کرنے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو انسانیت تک اللہ کا پیغام پہنچانے کا یوں حکم ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ o قُمۡ فَاَنۡذِرۡ (مدثر:2-1)

اے کپڑے میں لپٹنے والے! اُٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں کہ وہ بُت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ کی طرف آئیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے تبلیغِ اسلام کا باقاعدہ آغاز فرمایا اور سب سے پہلے اپنے قریبی لوگوں کو خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دی۔ چناں چہ سب سے پہلے آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ، مخلص دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ اور چچا زاد بھائی حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا۔

یوں حضورِ اقدس ﷺ نے تین سال تک خفیہ طور پر تبلیغِ اسلام کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو کھلم کھلا اسلام کی دعوت دیں۔ چناں چہ ارشاد فرمایا:

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ (شعراء:214)

اور (اے پیغمبر!) تم اپنے قریب ترین خاندان کو خبردار کرو۔

اور دوسرے مقام پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (الحجر:94)

ترجمہ: جس بات کا تمھیں حکم دیا جارہا ہے، اُسے علی الاعلان لوگوں کو سنا دو، اور جو لوگ (پھر بھی) شرک کریں، اُن کی پروا مت کرو۔

اِن آیات کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور قبائل کو نام بنام پکارا اور پکارنے کا انداز ایسا تھا، جیسے آپ ﷺ بہت بڑے لشکر کے حملہ آور ہونے سے لوگوں کو آگاہ کر رہے ہیں۔ جب لوگوں نے یہ آواز سنی تو سب لوگ آپ ﷺ کی بات سننے کو دوڑ پڑے، یہاں تک کہ جو شخص کسی بیماری یا کسی عذر کی وجہ سے نہیں جا سکتا تھا، اس نے اپنا نمائندہ بھیجا۔ جب سب پہاڑی پر جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَرَئَيۡتُكُمۡ لَوۡ اَخۡبَرۡتُكُمۡ اَنَّ خَيۡلًا بِالۡوَادِیۡ بِسَفۡحِ هٰذَا الۡجَبَلِ تُرِيۡدُ اَنۡ تُغِيۡرَ عَلَيۡكُمۡ اَكُنۡتُمۡ مُصَدِّقِيَّ؟

ترجمہ: بھلا بتاؤ تو اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے وادی میں ایک لشکر ہے، جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا: ہم نے آپ ﷺ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ ہم نے آپ ﷺ کو ہمیشہ سچا پایا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو توحید کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ ایک ایک قبیلے کا نام لے کر اور اپنے چچا، اپنی پھوپھی اور اپنی صاحب زادی کا نام لے کر فرمایا کہ اللہ کے ہاں اپنی فکر کرو، اللہ کے ہاں میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔

نبوت مل جانے کے بعد نو برس تک نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت و اصلاح کی کوشش فرماتے رہے۔ لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہو گئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے، اکثر کفارِ مکہ آپ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے، مذاق اُڑاتے تھے اور جو ہو سکتا تھا، اس سے درگزر نہ کرتے تھے۔

حضور ﷺ کے چچا ابو طالب بھی انھی نیک دل لوگوں میں سے تھے، جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور اکرم ﷺ کی ہر طرح کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں نبوی سال میں جب چچا ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح بے مُہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا۔ حضورِ اقدس ﷺ اس خیال سے مکے سے طائف تک پیدل تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے، اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے۔ وہاں پہنچ کر قبیلے کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے، گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا، مگر انھوں نے اسے قبول نہیں کیا اور اُن میں سے ایک شخص بولا: اوہو! آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجنا تھا۔

دوسرا بولا: اللہ کو تمہارے سوا کوئی ملا ہی نہیں تھا، جس کو رسول بنا کر بھیجتے۔

تیسرے نے کہا: میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا، اس لیے کہ اگر تو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے تو تیری بات نہ مان کر مصیبت سے خالی نہیں اور اگر جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا۔

اس طرح اُن لوگوں نے حضور ﷺ کی مبارک دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا بل کہ بجائے قبول کرنے کے حضورِ اقدس ﷺ سے کہا: ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو، وہاں چلے جاؤ۔ حضورِ اقدس ﷺ جب ان سے بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ ﷺ کا مذاق اُڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں، حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دونوں نعلین مبارک خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے۔ حضورِ اکرم ﷺ اسی حالت میں واپس ہوئے۔

نبی کریم ﷺ نے جب سے اسلام کی اعلانیہ تبلیغ شروع فرمائی تو آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ موسمِ حج میں اور عرب کے سالانہ مشہور میلوں (مجنہ، ذوالمجاز اور عکاظ) میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہاں مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ ایک مشہور صحابی زید بن صامتؓ زمانہ جاہلیت میں عمرہ و حج کی نیت سے مکّے آئے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اپنی دِل موہ لینے والی گفتگو سے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، یہاں تک کہ اسلام قبول کر لیا۔

طفیل بن عمر دوسی اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک مرتبہ مکے آئے تو کفارِ مکہ نے اسے راستے میں گھیر لیا اور اسے سخت تاکید کی کہ نبی کریم ﷺ سے وہ نہ ملے اور اس کو ڈرایا کہ وہ شخص العیاذ باللہ جادوگر ہے، تم پر جادو کر دے گا اور طرح طرح کی باتیں بنائیں، یہاں تک کہ اس کے کان میں روئی ٹھونس دی، تاکہ آپ ﷺ کا شیریں کلام نہ سُن سکے، چناں چہ وہ بیت اللہ شریف آئے تو آپ ﷺ کو دیکھا کہ کعبے کے پاس نماز پڑھنے میں مصروف ہیں، تلاوتِ قرآن کی آواز طفیل بن عمرو کے کانوں میں پڑی تو وہ یہ کلام سن کر بے حد متاثر ہوا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ میں خود ایک بڑا شاعر ہوں اور کلام کی نزاکتوں اور خوبیوں سے واقف ہوں، کیوں نہ میں اس کلام کو پوری توجہ سے سن لوں۔ اگر یہ کلام درست ہو گا تو میں اسے قبول کر لوں گا اور اگر درست نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دوں گا، چناں چہ پھر کلام کو پوری توجہ سے سُنا تو متاثر ہوا۔ جب نبی کریم ﷺ اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے تو طفیل بن عمرو نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور عرض کرنے لگے کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں، میں اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دوں گا۔ چناں چہ ان کی دعوت سے تقریباً 80 گھرانے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

نبی کریم ﷺ نے 23 سال کے قلیل عرصے میں اپنی دعوت کے ذریعے ایسا انقلاب برپا کیا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یوں آپ ﷺ نے اللہ کے حکم يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ (اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اس کی تبلیغ کرو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو (اس کا مطلب یہ ہو گا کہ) تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔) کو ایسا پورا کیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کا اجتماع تھا۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع ہی کے موقع پر صحابہؓ سے فرمایا: ”تم بتاؤ کیا میں نے تم تک دین پہنچا دیا؟“ سب صحابہؓ یک زبان ہو کر کہنے لگے: آپ ﷺ نے پہنچایا ہی نہیں، بل کہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔“ پھر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اُٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اشۡهَدۡ اَللّٰهُمَّ اشۡهَدۡ اَللّٰهُمَّ اشۡهَدۡ

اے اللہ گواہ رہنا! اے اللہ گواہ رہنا! اے اللہ گواہ رہنا!

بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ جیسا کوئی مبلّغ نہ تھا، نہ ہے، نہ آئے گا۔

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پہ، بُت لاکھوں جس نے توڑ دیے
دنیا کو دیا پیغام سکوں، طوفانوں کے رُخ موڑ دیے

”دیکھتے ہی دیکھتے پھر رمضان آگیاناں! پورا سال کتنی جلدی گزر گیا، پتا ہی نہیں چلا۔“ وہ تینوں یونی ورسٹی کی لابی میں بیٹھی باتیں کر رہیں تھیں۔

”پچھلا رمضان یاد ہے، کس قدر گرمی تھی!“ حمنہ نے کہا۔

”ارے بھئی! مت یاد دلاؤ۔“ طوبیٰ نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

”میں تو بے ہوش بھی ہو گئی تھی، مجھ سے تو بالکل گرمی برداشت نہیں ہوتی! اس بار تو میرا سمیسٹر بھی چل رہا ہو گا، مجھ سے تو اس بار روزے نہیں رکھے جائیں گے۔“ حمنہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”اور کیا بھئی، گھر میں رہنے والوں کا برا حال تھا تو باہر نکلنے والوں کا کیا حشر ہو گا؟ اور پھر کراچی پر تو لگتا ہے سورج زیادہ ہی مہربان ہے، صبح آٹھ بجے سے ہی اپنی چمک دمک دِکھانا شروع کر دیتا ہے۔ ابھی رجب سے ہی اتنا ہیٹ اسٹروک سننے میں آرہا ہے۔ اب جان کسے عزیز نہیں ہوتی بھئی، اور یہ تو اسلام بھی کہتا ہے کہ اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ میری تو امی نے پچھلے روزے بھی چھڑوا دیے تھے۔ اس بار بھی مجھے مشکل ہی لگتا ہے کہ روزے رکھ سکوں۔“ دونوں نے ایک دوسرے کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے خاموش بیٹھی آمنہ کو دیکھا۔

”ارے اسے کیا ہو گیا ہے؟ کیا اسے ابھی سے ہیٹ اسٹروک ہو گیا ہے؟ ہاہاہا“ دونوں نے مذاق اڑاتے ہوئے آمنہ کی طرف دیکھا۔

”نہیں، مجھے ہیٹ اسٹروک نہیں! مجھے تم دونوں کی باتوں سے اسٹروک لگا ہے۔ اللہ کے احکام کو یوں سرِعام پامال ہوتا دیکھ کر اسٹروک لگا ہے! ایک باشعور مسلمان کے منہ سے ایسی باتیں سن کر مجھے کیا اسٹروک نہیں لگنا چاہیے؟“ آمنہ ان دونوں سے مخاطب تھی ”ابلیس نے بھی اسی طرح سرِعام سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا، اللہ کے حکم سے انکار۔“

”تم غلط سمجھ رہی ہو آمنہ!“ حمنہ نے صورتِ حال سنبھالنے کی کوشش کی۔

کیا تم نے قرآن کو پڑھا ہے؟“ آمنہ نے سوال کیا۔

”ہاں پڑھا ہے، کیوں نہیں پڑھا، دو دو مرتبہ پڑھا ہے۔“ حمنہ نے کہا۔

”اور سمجھا کتنی بار ہے؟“ آمنہ نے ایک اور سوال داغ دیا۔ حمنہ اس بار خاموش رہی۔

”میری دوست! اللہ کی کتاب کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش تو کرو، اللہ نے جو روزے چھوڑنے کے شرعی عذر بتائیں ہیں، ان میں بیمار، مسافر، بوڑھے تو شامل ہیں، مگر اس میں ہیٹ اسٹروک جیسی چیزوں کا کوئی ذکر نہیں۔ کیا تم اللہ کے احکامات میں ترمیم کرنا چاہتی ہو؟ اور وہ تم نے کیا کہا تھا کہ جانوں پر ظلم مت کرو۔ یہ اسلام کس تناظر میں کہتا ہے، کبھی یہ سمجھا؟ اللہ کے احکام سے منہ پھیر کے کیا جان پر ظلم کرنا نہیں ہو گا؟“

”طوبیٰ! مجھے ذرا یہ بتاؤ پچھلے کچھ ماہ سے تم نے گوشت، میٹھا اور چاول کھانے کیوں چھوڑے ہوئے ہیں؟“

(طوبیٰ کچھ نہ سمجھتے ہوئے) میری فِٹنس اِنسٹرکٹر نے کہا تھا، اس لیے۔“

”تم ایک فِٹنس اِنسٹرکٹر کے کہنے پر حلال چیزوں کو خود پر حرام کر سکتی ہو، مگر رزق دینے والے کی بات پر تمھیں کھانا پینا چھوڑنا محال لگ رہا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ تم لوگوں کو لگتا ہے کہ یہ غیر شرعی عذر بنا کر، اللہ کے حکم کو پاؤں تلے روند کر تم اللہ سے سیمسٹر میں کامیاب ہونے کی دعا مانگو گی اور وہ کامیاب کر دے گا؟ تمہیں بتاؤں! وہ کر دے گا کامیاب ...کیوں کہ وہ بے نیاز ہے۔ اسے تمہارے روزوں کی ضرورت ہی نہیں ہے، مگر اسے تو بس آزمانا ہے کہ کون ہے میری محبت میں اپنا سر اطاعت کے لیے خَم کرنے والا؟ کون ہے ابراہیم علیہ السلام جیسا ایمان پیدا کرنے والا؟ کون ہے جو تپتی زمین پر آئی اس بہار کو خوش آمدید کہے اور اس کے آنے پر جشن منائے نہ کہ پریشان ہو؟

صرف ایک بار میری دوست! صرف ایک بار اس کی آواز پر لبّیک تو کہہ کر دیکھو۔ کیا جو سورج کو تپش دے سکتا ہے، وہ اپنے روزے دار کے لیے تپش کم کرنے پر قادر نہیں؟ بھول گئیں ابراہیم علیہ السلام کے لیے جلائی گئی آگ؟ ان کے لیے سلامتی والی بن گئی تھی۔ کیا تمہارا اللہ کوئی اور ہے؟ پھر کیوں خود کو ہلاکت میں ڈال رہی ہو، اگر دل میں ایمان کا موسم اچھا ہو تو یہ ظاہری موسم کوئی معنی نہیں رکھتے۔“ آمنہ نے دیکھا، وہ دونوں کچھ نادم سی تھیں، اس نے مسکرا کر دونوں کا ہاتھ تھاما اور تینوں نے مل کر عہد کیا کہ اس تپتے موسم میں، نیکیوں کے موسمِ بہار کا پُر جوش استقبال کریں گی۔

Zuyufur Rehman

38

افطار پارٹی

تائبہ ردا

”حمیدہ جب ماش کی دال پینے لگو تو ساتھ میں ادرک ‘ہری مرچ بھی کاٹ کر ڈال دینا اور ہاں سفید زیرہ ڈالنا مت بھولنا۔“ ثمن نے ماسی کو ہدایات دیں۔

آج گھر میں افطار پارٹی تھی۔ ”باجی گھی کتنا ڈالوں؟“ حمیدہ نے پوچھا۔

”بس اندازے سے ڈال دو۔“ ثمن نے کہا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے موبائل سے درزی کا نمبر نکال کر ملایا اور کہا: ”برکت تم نے ابھی تک میرا فیروزی والا سوٹ تیار کر کے کیوں نہیں دیا؟ ایک تو دکان صبح اتنی دیر سے کھولتے ہو‘ جیسے ساری رات عبادت ہی تو کرتے رہتے ہو۔“ ثمن نے چوٹ ماری۔

”نہیں باجی ‘وہ گرمیاں ہیں ناں! لائٹ بہت جا رہی ہے آج کل ‘بس آپ ایسا کریں تین بجے ڈرائیور کو بھیج دیں۔“

”تمہیں بتایا تو تھا یہ سوٹ جلدی چاہیے ‘آج پارٹی میں پہننا ہے مجھے ‘کوئی ذمہ داری کا احساس بھی ہے تمہیں؟“ ثمن نے ڈانٹا۔

”جی باجی سوری... آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔“ برکت نے کہا۔

”اچھا! پھر تین بجے کوئی بہانا نہیں بنانا۔“ یہ کہہ کر ثمن نے کال کاٹ دی اور کہنے لگی: ”یہ درزی بھی بہت ٹینشن دیتے ہیں ‘نام ہے برکت اور کام دیکھو... زندگی میں بھی اس نے کبھی کوئی برکت والا کام کیا ہو۔“

”تو پھر کوئی اور سوٹ پہن لو آج... ٹینشن لینے کی کیا ضرورت ہے؟“ ثمن کے شوہر عامر نے کہا۔ وہ آج طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے گھر پر ہی تھے۔

”ان کو تو اماں کی پٹی پڑھائی یاد رہتی ہے بس! میرا ہی پہننا ‘اوڑھنا نہیں بھاتا ان کو۔“ ثمن نے دل ہی دل میں شوہر اور ساس کے بارے میں بدگمانی کی:

”چھوڑو رمضان کا مہینہ ہے۔“ اور خود ہی اپنے آپ کو ڈانٹا دل میں۔

”نہیں تیار ہو گا تو دوسرا ہی پہننا پڑے گا مجھے ‘آپ خوش ہو جائیے گا۔“ ثمن نے جل کر کہا۔

”ارے! بارہ بجنے والے ہیں ‘مجھے پارلر بھی تو جانا ہے۔ آج میرا اپائنٹمنٹ ہے۔“ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے سوچا۔

”باجی! وہ چٹنی کے لیے اِملی کم پڑے گی اور منگوانی پڑے گی۔“ حمیدہ نے بتایا۔

”پہلے سے کیوں نہیں بتاتی ہو؟ چار دن پہلے ہی بتایا تھا تم کو کہ آج گھر میں افطار پارٹی ہے ‘جاؤ جا کر دوبارہ دیکھو ‘اگر کچھ اور بھی چیز کم ہے تو ایک ہی دفعہ میں بتا دو۔“ ثمن نے غصے سے کہا۔

”چائے کی پیالیاں اور گلاس گِن کر رکھے ہیں میں نے ‘چالیس ہونے چاہییں؟ اگر کم پڑ گئے تو ڈِسپوزِبل منگوانے پڑیں گے۔“

”بڑے چمچے اور چھوٹی چمچیاں سب چیک کر و اور یہ بشیرہ کہاں ہے؟“

”جی وہ کپڑے اِستری کر رہی ہے بڑی بیگم صاحبہ کے۔“

”اچھا!“ اور گھڑی دیکھتے ہوئے ہینڈ بیگ اٹھایا اور پارلر کی طرف چل دی۔

”میں ذرا جا رہی ہوں۔ نادیہ کو اسکول سے لیتی ہوئی آؤں گی۔ آپ ذرا ماسیوں پر دھیان رکھ لیجیے گا۔“ ثمن نے نکلنے سے پہلے اپنی ساس سے کہا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔“ ساس نے کہا اور اس کے نکل جانے کے بعد عامر سے کہنے لگیں: ”اس کو تو اپنے بناؤ سنگھار اور پارلروں کے چکروں سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ جا رہی ہوں میں کچن میں ‘مالکن کے بغیر ماسیوں کی تو عید ہو جاتی ہے۔“

یہ کہتی ہوئی زاہدہ بیگم کچن کی طرف چل پڑیں۔

گاڑی میں ثمن کے موبائل کی گھنٹی بجی ‘اس کی چھوٹی نند کا فون تھا۔

”السلام علیکم! طاہرہ کیا حال ہیں؟“

”وعلیکم السلام ‘باجی! آپ مصروف ہوں گی؟“ طاہرہ نے بھابھی سے کہا۔

”نہیں ‘ابھی تو گاڑی میں ہوں ‘کچھ سامان وغیرہ لینا ہے۔ پھر نادیہ کو اسکول سے لیتی ہوئی گھر جاؤں گی۔“

”میں آپ کے پاس شاہی ٹکڑے بھجوا دوں؟“ طاہرہ نے کہا۔

”کیا مطلب بھجوا دوں؟؟ کیا تم آ نہیں رہی ہو دعوت میں؟“ ثمن نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”بھابھی وہ میں اور آمنہ ‘ہم دونوں شعبان میں استقبالِ رمضان کی ایک ورکشاپ میں شامل تھے تو ہم نے اب شرعی پردہ شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور ہم نے اس رمضان میں بے پردگی سے توبہ کر لی ہے۔ اسی لیے کسی مخلوط مجلس میں شامل نہ ہونے کا پختہ عزم کر لیا ہے۔ انشاء اللہ!“

”تو ٹھیک ہے ‘اس میں کون سی بری بات ہے؟ میں دو لوگوں کی افطاری اندر لگوا دوں گی یا تم دونوں نقاب کے ساتھ شامل ہو جانا ‘تاکہ دونوں حسیناؤں ‘ماہ جبیناؤں کو کوئی نہ دیکھ سکے۔“ ثمن کے لہجے میں چھپے تمسخر کو طاہرہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی۔

”ایک تو اتنے کام اور اوپر سے یہ نیا شوشا“ ثمن نے دل ہی دل میں نندوں کو برا بھلا کہا: ”یہ سسرال والوں کے نخرے تو ختم ہی نہیں ہوتے۔“

”اچھا! میں گھر جا کے عامر سے کہتی ہوں کہ وہ تم لوگوں سے بات کریں ‘لیکن دیکھو! نہیں آؤ گی تو میں ناراض ہو جاؤں گی۔ صرف قریبی لوگ ہی تو ہیں ‘میرے گھر والے ‘شاہینہ خالہ اور اصغر چچا کے گھر والے ‘چھوٹے ماموں کی فیملی ان کے بیٹا بہو ‘بابر کا تو کوئی بھی نہیں ہے ‘ان سے کیا پردہ!!“

”بھابھی! بہنوئی ‘نندوئی اور کزنز سے پردے کا حکم تو قرآن میں ہے۔“ طاہرہ نے کہا۔

”خیر! عامر ہی سے بات کرنا۔“ پارلر قریب آ گیا تھا۔ اس نے خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

شام کو دعوت بڑے عروج پر تھی اور مہمانوں کو بڑی بارونق لگی تھی۔ افطار کا بڑا اچھا انتظام تھا ‘ایک الگ ہی رونق محسوس ہو رہی تھی۔

”بھئی واہ ثمن! آج تو تم نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ کم از کم افطار میں خواتین کا انتظام الگ کر دیا ‘ورنہ میں تو پریشان ہو رہی تھی۔“ شاہینہ خالہ نے کہا۔

”کیوں خالہ؟“ ثمن نے پوچھا۔

”بھئی یہ جو لوگ مردوں اور عورتوں کو اکٹھے بٹھا دیتے ہیں ‘پھر بھی ایک لحاظ تو رہتا ہے ناں! ادھر سے دوپٹہ سنبھالو ‘کہیں اسکارف نہ کھل جائے اور کھایا بھی نہیں جاتا اچھے طریقے سے ‘روزہ رکھ کے تو اور بھی مشکل ہو جاتی ہے ‘ویسے ہی نڈھال ہوتا ہے آدمی۔“

”خالہ جان! یہ سب میری پیاری سی نند کا کمال ہے۔ اللہ نے اس کے ذریعے سے آج مجھے بہت بڑے وبال سے بچا لیا۔ بڑی غفلت میں ‘میں اپنے گلے میں مصیبت ڈالنے جا رہی تھی۔“

”اچھا وہ کیسے؟ کیا کوئی حادثہ ہو گیا تھا؟“ ثمن کی امی نے پریشان ہو کر پوچھا۔

”نہیں! حادثہ ہوتے ہوتے رہ گیا ‘بس اللہ نے بچا لیا۔“ ثمن نے کہا۔

”بھئی طاہرہ! تم بھی تو کچھ بولو ناں۔“ ثمن نے کہا۔

”ارے! میں نے بھائی جان کو بیان بھیجا تھا واٹس اَپ پے ‘جو انھوں نے خود سنا اور بھابھی کو بھی سنایا اور سمجھایا۔ رمضان کے مہینے میں جہاں اللہ کی رحمتیں برس رہی ہوں اور وہاں ہم رحمتیں روکنے کے اسباب اختیار کریں تو کیا رمضان صرف کھانے پینے کے اوقات تبدیل کرنے کا نام ہے! رمضان تو تربیت ہے گناہوں سے بچنے کے لیے۔“

”افطار کروانا اور روزہ کھلوانا تو ثواب کا کام ہے۔“ ممانی نے کہا۔

”وہ تو ہے ‘لیکن اگر یہ سب مرد و عورت کے اختلاط کے ساتھ ہو تو؟“ آمنہ نے حدیث کا مفہوم بتایا کہ ”حضورِ اکرم ﷺ کی لعنت ہے۔“

”حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا جائے اس پر بھی۔“ (تحفہ خواتین) تو سوچیں ذرا! جس گھر میں اتنی حرام نظروں کا تبادلہ ہو گا تو وہ کتنی اپنے اوپر لعنت لے رہا ہے؟ اور وہ بھی کس کی؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی!! ہم سب ان گناہوں کے اتنے عادی ہو چکے کہ اتنی بڑی بات کو ہم کچھ سمجھتے ہی نہیں تو جو رمضان میں بھی ان گناہوں کو علی الاعلان اور اتنی جرأت سے کرے گا تو کیا وہ اللہ کے عذاب کو دعوت نہیں دے رہا؟“ آمنہ بولی۔

”اچھا بیٹا! اب رمضان تو کیا ‘ہم عام دنوں میں بھی ایسی مجالس میں نہیں جائیں گے۔“ ممانی نے کہا۔

”بتاؤ ذرا! ہم تو اس اختلاط کو اور بے پردگی کو عام اور چھوٹا گناہ سمجھتے رہے آج تک۔“ شاہینہ خالہ بولیں۔

”قبر میں تو ہمیں اکیلے ہی جانا ہے اور جن کی ناراضگی سے بچنے کے لیے ہم مخلوط مجلسوں میں جاتے ہیں ‘وہ ہمارے ساتھ قبر میں تو نہیں جائیں گے ناں۔“ ماموں جان کی بہو فائزہ نے کہا۔

”آمنہ باجی! آپ مجھے بھی وہ بیان بھیج دیں آج سے ‘میں نے بھی تہیّہ کر لیا ہے شرعی پردے کا ‘آپ لوگ میرے لیے بھی استقامت کی دعا کیجیے گا۔“

”انشاء اللہ۔“ آمنہ نے کہا۔

”رمضان کا مقصد یہی تو ہے کہ اپنے گناہوں پر سچی توبہ ‘ندامت اور اللہ کو راضی کرنے کا عزم ہو۔ اللہ ہماری مدد فرمائے (آمین) اور طاہرہ اور آمنہ جیسی پُرخلوص نند سب کو دے ‘جو خلوص کے ساتھ میری آخرت سنوارنے کا ذریعہ بنیں۔“ ثمن نے کہا۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ
وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

اے اللہ! ہمیں حق کو حق دیکھنے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دیکھنے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

طاہرہ نے دعا پڑھی اور سب نے ”آمین“ کہا۔

Nimco
43

طالبات سے قیمتی باتیں

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

15 رجب 1437ھ بروز ہفتہ کو مسجد بیت السلام کے تحت چلنے والے تمام مراکز فہمِ دین کی اختتامی تقریب منعقد کی گئی، جس میں دراسات دینیہ مکمل کرنے والی تمام طالبات‘ اس کے علاوہ ایک سالہ کورس اور ہفتہ وار شارٹ کورسز مکمل کرنے والی تمام طالبات اکٹھی ہوئیں۔ اس موقع پر ادارے کے سربراہ حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہ اللہ نے طالبات کو اپنی قیمتی نصائح سے نوازا استفادہ عام کے لیے پیشِ خدمت ہیں۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

1 **پہلی نصیحت:** پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنی زندگی کا محاسبہ کریں کہ اس مختصر عرصے میں آپ کے اندر کیا بہتری آئی ہے اور کیا بہتری آنی چاہیے تھی اور آج کا دِن معلمات کے لیے بھی یہ سوچنے کا ہے کہ انھوں نے کتنی محنت کی اور اس میں کس حد تک کام یاب ہوئیں۔ بس یہ بات یاد رکھیں کہ جو قومیں اور افراد اپنا احتساب کرتے رہتے ہیں، وہی آگے بڑھتے ہیں اور کامیابی کی منزل بھی انھیں کو نصیب ہوتی ہے۔

2 **دوسری نصیحت:** دوسرا یہ کہ دینی اداروں کے پیش نظر اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا کہ یہ مسلمان مائیں، بہنیں اور بیٹیاں اس ماحول میں آکر قران وحدیث پڑھیں، صحابیات کی زندگی سیکھیں اور پھر اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں، عبادات اور اخلاق کے لحاظ سے بھی، معاملات اور معاشرت کے لحاظ سے بھی اور خلوت اور جلوت کے لحاظ سے بھی۔ پھر یہ روشنی اور خوشبو ان کے خاندانوں میں پھیلتی چلی جائے اور یوں ہمارے ادارے سے نکل کر خیر کا یہ سلسلہ نسلوں میں جاری و ساری ہو جائے۔

3 **تیسری نصیحت:** ایک اہم بات سمجھنے کی یہ ہے کہ آج طالبِ علمی کا یہ سلسلہ تو ختم ہو رہا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی اپنے دین کی حفاظت کے لئے ان دینی مدارس سے جڑنے کی ضرورت باقی رہے گی۔ اپنے مرکز سے جڑی رہیں۔ اچھی صحبت کی برکت سے انشا اللہ بہار آتی چلی جائے گی۔

ہمیں اپنے ماضی کو چھوڑنے پر افسوس نہیں ہونا چاہیے، بل کہ گناہ والی زندگی چھوڑنے پر اللہ کی شکر گزار رہیں کہ اس نے گناہوں کی گندگی اور بری صحبت اور برے ماحول سے اس فتنے کے دور میں محفوظ فرما دیا۔ قلب کی کیفیت اگر یہ ہو گئی تو سمجھ لیں کہ دین کی منزل کی طرف قدم اٹھنے لگ گئے اور انشاء اللہ جس قدر یہ کیفیت ہو گی، ایمانی اور دینی زندگی میں ترقی روز بروز اتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی۔

بعض اوقات بچیوں کو اس راستے میں بڑی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے، قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ قدم قدم پر طنز اور تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، مگر چوں کہ اس راستے پر آکر انہیں اطمینان بہت ملا ہوتا ہے تو راستوں کی ساری رکاوٹوں کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دیتیں اور راستوں کی ان پریشانیوں کو اپنے اوپر سوار نہیں کرتیں، بل کہ ان کے دل کی کیفیت ہر وقت شکر کی ہوتی ہے۔

4 **چوتھی نصیحت:** اچھا پھر زندگی تھوڑی سی ہے اور زندگی کا صحیح استعمال یہی ہے کہ ہماری یہ زندگیاں اور صلاحیتیں اپنی ذات کے لحاظ سے پورے دین میں ڈھلی ہوئی ہوں۔ دنیا پرستی، جاہ پرستی، حسد، کینہ، بغض اور شہرت کے جذبات جیسے موذی امراض سے بھی ہماری اندر کی دنیا پاک ہو اور پھر مسلمانوں کو دین کی خدمت کا اور اپنی زندگیاں صلاحیتیں لگانے کا اللہ تعالی مبارک جذبہ بھی عطا فرما دے اور زندگی اس پر لگ جائے، یہ اس زندگی کا سب سے بہتر مصرف ہے، لیکن یہ خواہشات، نمائش، حب جاہ، دنیا پرستی اور عیش و عشرت کے راستے سے پورا نہیں ہوتا، اس کے لیے تو زندگی میں زہد، سادگی، قناعت اور ایثار جیسے جذبات ہوں، جس کی بدولت اللہ دین کی خدمت کی شکلیں بنا دیتا ہے۔ پوری تاریخ اسلام میں، جن سے اللہ نے دین کی خدمت کے نمایاں کام لیے، ان کی اپنی زندگی میں سادگی، زہد اور قناعت تھی۔

5 دین کی خدمت کی کوئی شکل چھوٹی نہیں ہوتی، اگر اس کے ساتھ اخلاص مل جائے، اللہ کو راضی کرنے کا سچا جذبہ مل جائے تو اللہ کے ہاں اس کا وزن بہت بڑھ جاتا ہے، اس لیے ہر عمل سے پہلے بھی اللہ کو راضی کرنے کا جذبہ ہو، دورانِ عمل بھی اخلاص پر نظر ہو اور عمل کے بعد اللہ سے قبولیت کی دعا ہو۔ وہ کام کس کام کا جس میں تھکیں بھی اور اللہ کے ہاں قدر و قیمت کچھ بھی نہیں۔

6 آخری بات یہ ہے کہ سال دو سال پڑھ لیا، کام ختم نہیں ہوا، کام تو اب شروع ہوا ہے، اپنے بڑوں اور اساتذہ سے مشورے اور رابطے میں رہیں کہ ہم اپنے گھروں میں کیا شکل بنا سکتے ہیں؟ اور ہماری صلاحتیں کہاں استعمال ہو سکتی ہیں؟ ہفتے میں ایک دن دو دن کی کم از کم کوئی ترتیب بنالی جائے۔ ادارہ اور معلمات آپ کی سرپرستی کریں گے۔ مقصود تو بس یہ ہے کہ اللہ کرے چراغ سے چراغ جلتا جائے، خیر کی شکلیں بڑھتی چلی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کہے سنے پر عمل کو توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّ أَحَبُّ إِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ

ہماری جان اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے، جو ہم کو بطور امانت دی گئی ہے، اس لئے اس کے حکم کے موافق اس کی حفاظت کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے اور اس کا پہلا اصول یہ ہے کہ صحت کی حفاظت کی جائے اور جو چیزیں اس کو خراب کرتی ہیں، ان سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ صحت میں خلل آجانے سے دین کے کاموں کی ہمت نہیں رہتی اور انسان اپنے مقصدِ حیات سے دور ہو جاتا ہے۔ اسلام چوں کہ دینِ فطرت ہے، اس لیے قرآن و حدیث میں ایسی بے شمار غذاؤں کا ذکر کیا گیا ہے، جو ہماری جسم کی فطری ضروریات کو پورا کرتی ہیں، مگر افسوس جتنا ہم اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں، اتنا ہی انسانیت کے کمال اور صحت و تن درستی میں زوال کو پہنچ رہے ہیں، نتیجتاً آج ہماری زندگیاں ان غذاؤں سے خالی ہیں۔ اس کی بہترین مثال ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حیاتِ مبارکہ ہیں، جو فقط دو کھجور کے دانوں اور چند گھونٹ دودھ پی کر تمام رات عبادت میں مشغول رہتے تھے، جب کہ آج ہمارے لیے ایک وقت کی نماز بھی کھڑے ہو کر پڑھنا محال ہے۔

مرکزِ فہمِ دین ڈیفنس فیز 4 کراچی میں میں منعقد ہونے والی ورکشاپ کے دوسرے مرحلے کی چند جھلکیاں

اسلام کا نظریہ صحت و مرض

ترتیب و پیش کش: لائبہ رضوان / طالبہ مرکزِ فہمِ دین فیز4، کراچی

1 شہد

قران میں شہد کو شفا کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ روزانہ صبح شہد اور پانی پیا کرتے تھے۔ آج جدید سائنس بھی اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ شہد ایک Anti-oxidant اور بہترین Antisepic ہے، جو ہمارے جسم کی قوت مدافعت کو بڑھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغربی ممالک میں ڈاکٹرز Anti-biotics کے بجائے کھانسی اور فلو کا علاج شہد اور کالی مرچ یا شہد اور ادرک یا شہد اور گرم پانی کے ذریعے کرتے ہیں۔ شہد میں قدرتی شوگر پائی جاتی ہے، جو پھلوں وغیرہ میں ہوتی ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں چونکہ تمام دن روزے کی وجہ سے جسم کا شوگر لیول کم ہو جاتا ہے، اس لئے شہد کا استعمال نہایت مفید ہے۔

2 کھجور

رسول ﷺ نے فرمایا: اپنی عورتوں کو حالتِ نفاس میں کھجور کھلایا کرو، کیوں کہ جب حضرت مریمؑ حاملہ ہوئیں تو ان کی یہی غذا تھی۔ کھجور میں آئرن بہت زیادہ ہوتا ہے اور حاملہ عورتوں میں اکثر آئرن کی کمی ہو جاتی ہے، اس لیے ان کے لیے کھجور کا استعمال نہایت مفید ہے۔

ولادت کے وقت بھی ماہرین کھجور کا استعمال ضروری بتاتے ہیں۔

آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کے منہ میں کھجور چبا کر ڈالتے، جسے تحنیک کہتے ہیں۔ اس سنت کے پیچھے یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اکثر بچوں کو پیدائش کے وقت شوگر کی کمی ہو جاتی ہے اور کھجور شوگر سے پُر ہوتا ہے، اس لیے یہ بچے کو توانائی دیتا ہے۔

رسول صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جسے کھجور میسر ہو تو وہ اس سے افطار کرے جسے وہ نہ ملے وہ پانی سے افطار کر لے، کیوں کہ وہ بھی پاک ہے۔ (النسائی) روزوں میں چوں کہ توانائی کم ہو جاتی ہے، اس لیے کھجور سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ یہ انسان کے جسم کی خشکی کو دور کرتی ہے اور جسم کی حرارت اور کیلوریز کو بحال کرتی ہے۔ اس کے علاوہ روزے دار کو معدے میں گیس، تبخیر اور جگر کے ورم (Liver Inflammation) جیسی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

3 زیتون

حضور ﷺ نے فرمایا زیتون میں 70 بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ سائنس کی رُو سے بھی دیکھا جائے تو بیماریوں کی ایک کثیر تعداد کا علاج زیتون میں پوشیدہ ہے، جس میں دل کے امراض نمایاں ہیں۔ زیتون جسم میں اچھے کالیسٹرول کی مقدار کو بڑھاتا ہے، رمضان المبارک میں چونکہ تلی ہوئی چیزوں کا استعمال بڑھ جاتا ہے، اس لیے زیتون کے تیل کا استعمال نہایت مفید ہے۔

4 جو کا دلیہ (تلبینہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''تلبینہ'' بیمار کے دل کو تسکین و قوت دیتا ہے اور بعض غموں کو دور کرتا ہے۔

تلبینہ یا جو کا دلیہ جس میں 'جو' کوٹ کر اسے دودھ میں پکاتے ہیں اور شہد سے میٹھا کر کے استعمال کرتے ہیں، عہد نبوی ﷺ کی خاص غذا تھی۔ حضور اقدس ﷺ کے اہل خانہ میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو حکم ہوتا کہ اس کے لئے جو کا دلیہ تیار کیا جائے۔ 'جو' معدہ، جگر، آنتوں، دل، دماغ سب کے لئے مفید ہے۔ موٹاپا نہیں ہونے دیتا۔ اسی طرح بلڈ پریشر، امراضِ قلب اور دائمی قبض کے لئے بہترین غذا ہے۔

رمضان المبارک میں سحری کے وقت جو کا دلیہ لینا نہایت مفید ہے، کیوں کہ جو جلد ہضم نہیں ہوتا، جس سے روزہ دار کو بھرپور توانائی مل جاتی ہے اور بھوک کا احساس نہیں ہوتا۔

آخری بات

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔
- حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''مسلمان کی مثال بکری کی سی ہے جسے ایک مٹھی کھجور، ایک مٹھی ستو اور ایک گھونٹ پانی کافی رہتا ہے۔''
- اسلام میں زیادہ کھانے کو منافقت کی علامت قرار دیا گیا۔
- حفظانِ صحت کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ کھانا اس وقت تک نہ کھایا جائے، جب تک اس کی طلب محسوس نہ ہو۔
- ایک مرتبہ ہارون رشید نے حکیموں سے پوچھا کہ بتاؤ معدے کی بہترین دوا کیا ہے؟ تو کہا گیا: ''کھانا ہمیشہ اس وقت کھاؤ، جب کھانے کی خوب طلب اور رغبت ہو، اور بھرے ہوئے پیٹ میں بالکل کھانا نہ کھایا جائے۔'' اور یہی بات قرآن مجید میں بھی فرمائی گئی ہے: ''کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا'' کھاؤ، پیو، لیکن اسراف نہ کرو۔

آپ ﷺ کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے، بل کہ ایک تہائی پیٹ خالی چھوڑ دیتے تھے اور اسی بات کا اعتراف آج سائنس بھی کرتی ہے کہ یہ طرزِ عمل جلد ہاضمہ کے لئے مفید ہے۔

بقیہ اُداس رمضان اور میٹھی عید

پچھلے ایک ہفتے سے ثمر اس کو اس بات پر راضی کرنے میں لگی ہوئی تھی کہ وہ رمضان کے لیے جس خصوصی دینی کورس میں شرکت کر رہی ہے، اس کو وہ بھی جوائن کر لے اور وہ جو سوچ رہی تھی کہ 2 گھنٹے پر مشتمل اس ''طویل اور بور پروگرام'' میں وہ کیسے بیٹھ پائے گی۔ پہلی ہی کلاس میں وہ اس کی گرویدہ ہو گئی۔ مزید چار پانچ کلاسز اور لی ہوں گی کہ نجانے دل میں کیا آیا کہ ممی کو بھی اصرار کر کے وہاں بلوا لیا۔ ہر آنے والی کلاس نے ان کو ایسے جکڑا کہ وہ اگلی کلاس کے لیے اپنی تمام تر مصروفیات میں سے وقت نکال کر ایسے دوڑتیں، جیسے پیاسا پیاس کی شدت میں کنواں تلاش کرتا ہے۔ ہر دفعہ معلّمہ سوچوں کے نئے پہلو ذکر کرتیں اور وہ حیران ہوتی کہ اب تک اس نے کیسی لاعلمی میں زندگی گزاری۔ حضورِ اکرم ﷺ کا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رمضان کیسا ہوتا تھا؟ وہ رمضان کی راتیں کیسے گزارتے تھے؟ روز و شب کو کیسے قیمتی بناتے تھے؟ رمضان کا مہینہ ایک مسلمان کے لیے کیسا انمول تحفہ ہے؟ ہر ہر عبادت کا ثواب کتنا بڑھا دیا جاتا ہے؟ اسے تو اِن باتوں کا علم ہی نہیں تھا۔ اسے تو آج پہلی بار یہ بھی پتا چلا کہ رمضان میں غیر ضروری اور فالتو کام بھی نہیں پھیلانے چاہییں اور تمام اہم صفائیاں اور عید کی خریداری پہلے ہی کر لینی چاہیے اور نہ صرف اپنا، بل کہ ملازموں کا کام بھی ہلکا کرنا چاہیے۔

آخری عشرہ چل رہا تھا، اچھی اچھی باتیں سن سن کر ویسے ہی دل نرم ہو چکا تھا۔ بچوں سے دوری اور گھر سے دوری ویسے ہی ہر لمحے دل پر آرے چلاتی تھی۔ آج کا بیان تھا ان چار گناہوں کے بارے میں جن کے کرنے والوں کے سوا رمضان کے بابرکت مہینے میں سب کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس کے ذیل میں جب صلہ رحمی کی ترغیب آئی اور اس کی فضیلت اور نہ کرنے پر وعید سنی تو ممی کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ ممی کی کیفیت دیکھ کر اور لوہا گرم جان کر اس نے معلمہ سے پوچھا: ''اگر ہم کسی کو سلام کریں اور وہ جواب بھی نہ دے، بل کہ الٹا ہمارے ساتھ ترش رُوئی کرے تو پھر تو اس سے قطع رحمی کر سکتے ہیں نا؟'' معلمہ شفقت بھرے لہجے میں مسکرائی اور پھر کہا: آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا ہے: ''لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ...'' صلہ رحمی کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ جو تم سے جوڑے تم اس سے جوڑو۔ صلہ رحمی تو ہے ہی یہی کہ جو تم سے توڑے، تم اس سے جوڑو۔'' اور پھر اس ایک عمل سے انعام بھی تو اتنا بڑا ملے گا، مغفرت...!! ممی کی آنکھوں میں عزم کی روشنی دیکھ کر تحریم کا دل ٹھنڈا ہو گیا۔ کیا ہی کسی عید پر مزہ آیا ہو گا جو اس عید پر آیا۔ خوشیوں بھری اس عید میں صلہ رحمی کرنے کے بعد ممی کے چہرے پر مغفرت کی امید کا جو نور تھا، اس نے انھیں پہلے سے بھی زیادہ پیارا بنا دیا تھا۔ خوبصورت اور باوقار اور مقدور بھر نیک اعمال کر کے پہلی بار رمضان کے لمحات قیمتی بنانے سے خود تحریم کا چہرہ تابناک تھا۔

تو پھر کیا خیال ہے آپ کا اس رمضان کو قیمتی سے قیمتی تر بنانے کے بارے میں؟

Zaiby
47

اُداس رمضان اور میٹھی عید

بنت مسعود

ٹیرس میں بیٹھی، آرام کرسی پر جھولتی، فضا میں پھیلی گھور سیاہ تاریکیوں کو گھورتی تحریم کا دل بے تحاشا اداس تھا۔ چہار جانب پھیلے رمضان کے معطر ماحول سے بے گانہ اس کا دل غم واندوہ کی تصویر بنا ہوا تھا۔ اس سے زیادہ پھیکا، بے رونق اور اداس رمضان اس کی زندگی میں کبھی نہیں آیا تھا، بل کہ رمضان کیا، ایسے ایام تو اس کی 18 سالہ زندگی میں کبھی نہیں آئے تھے۔ خاص طور پر رمضان کی راتوں میں تو ان کے یہاں الگ ہی طرح کا ہلّا گلّا ہوتا تھا۔

رمضان کے آنے سے پہلے ہی مما، رمضان کی تیاریوں میں پورے گھر کی سیٹنگ تبدیل کرواتیں، پھر رمضان بھر میں پوری پوری رات وہ جاگتے، کیوں کہ ان کا گھرانہ کافی مذہبی تھا، اس لیے وہ سب کے سب روزے بھی پورے رکھتے اور روزے کے لیے چوں کہ سحری کرنی ہوتی تھی اور ان سب کے لیے سحری میں الگ سے جاگنا مشکل تھا، لہٰذا انھوں نے یہ ترتیب بنائی ہوئی تھی کہ افطار کرنے کے بعد آدھ ایک گھنٹہ ستا کر لڑکے اپنے دوستوں کے ساتھ اور وہ خود اپنی فرینڈز کے ساتھ بازاروں کی وِنڈو شاپنگ کے لیے چل دیتیں۔ عید کی وجہ سے بازاروں کی رونقوں میں بھی بھرپور اضافہ ہو چکا ہوتا تھا۔ اس کے بعد لیٹ نائٹ گھر آنے کے بعد کبھی گھر میں شان دار ڈنر کیا جاتا، کبھی سب گھر والے مل کر رمضان پیکیجز کا فائدہ اٹھا کر باہر ڈنر کرنے جاتے۔

رات تین، چار بجے موج مستی کر کے جب وہ لوگ اپنے اپنے بستروں پر جاتے تو اگلے دن دوپہر کے تین چار بجے کی خبر لاتے۔ اے سی کی وجہ سے خنک فضا میں فرینڈز سے ٹیکسٹ کرتے کرتے، میوزک سنتے سنتے وہ سوتی تو بعض اوقات اسے دنیا جنت معلوم ہونے لگتی، مزے ہی مزے۔ کمرے کی کھڑکیوں پر پڑے بھاری دبیز پردوں کی وجہ سے سونے والوں کو باہر کی دھوپ، موسم کی سختی یا وقت کے گزرنے کا بھلا کیا پتا چلتا؟

زندگی شاید یوں ہی گھومتی رہتی، مگر برا ہوا کہ رمضان سے دو مہینے قبل پاپا اپنے ایک تجارتی سفر میں دبئی گئے اور بغیر بتائے وہاں چچا جان لوگوں سے بھی مل آئے، جن سے ہمارے گھر والوں کی دس سال سے لڑائی چل رہی تھی۔ پاپا نے اس بات کو ہر ممکن حد تک چھپانے کی کوشش کی، مگر خاندان بھر میں جب اس صُلح کا علم ہوا تو ممی تک بات پہنچ گئی۔ در حقیقت پاپا کی چچی جان، ممی کی خالہ جان تھیں اور نانی اور ان کی ایک زمانے میں بہت اچھی دوستی تھی، مگر جب جھگڑا ہوا تو ایسا کہ سالہا سال کھنچ گیا اور نسل در نسل منتقل ہو گیا۔

اب اگرچہ کسی کو اس لڑائی کی وجہ بھی معلوم نہ تھی، بل کہ بڑوں کو سوچ سے بھی یاد نہ آتی تھی، مگر قطع تعلق کی جو بنیاد پڑ گئی تھی، وہ ختم ہونے کو ہی نہیں دے رہی تھی۔ تحریم کو یاد تھا کہ ایک آدھ دفعہ پاپا نے ممی کو اس احمقانہ لڑائی کے ختم کرنے کا جو مشورہ دیا تو خود ان کے گھر میں گھمسان کا رَن پڑا تھا۔ ممی کو وہ فلاں فلاں موقعے یاد تھے، جب انھوں نے یا ان کے بھائیوں نے "مخالف پارٹی" میں سے کسی کو دیکھ کر سلام بھی کیا تو انھوں نے جواب نہ دیا، لیکن پاپا کو نہ جانے کیا بخار چڑھا صلح صفائی کا، جو اپنے گھر کی پروا کیے بغیر وہاں چلے گئے اور تو اور یہ بات بھی ان کے وہم و گمان میں نہ تھی کہ ممی کا ردِّ عمل اتنا شدید ہو گا۔ انھوں نے جب دیکھا کہ پاپا ان کی کسی بات سے نہیں ڈر رہے اور نہ ہی متاثر ہو رہے ہیں تو انھوں نے گھر چھوڑنے کی دھمکی دے دی۔

پاپا نے غالباً اس کو صرف ہوائی سمجھا اور نہایت سنجیدگی سے یہ کہہ کر آفس روانہ ہو گئے: "تمھاری مرضی۔ میں نے ایسا تمھیں کچھ نہیں کہا، بہر حال میں تمھاری وجہ سے اپنی آخرت خراب نہیں کر سکتا۔ تمھارا جو بھی جھگڑا ہو، مگر میں بلاوجہ اپنے خونی رشتوں سے تعلق نہیں توڑ سکتا، بل کہ تمھیں بھی یہی کہوں گا کہ تم بھی اس بلاوجہ کی جنگ کا کردار نہ بنو اور صلح کر لو۔" پاپا تو چلے گئے، مگر یہ بھول گئے کہ ممی کا غصہ کوئی عارضی چیز نہیں۔ ان کے جاتے ہی وہ تحریم اور بھائیوں کی ہزار منتوں کے باوجود نانی کے گھر روانہ ہو گئیں اور پاپا کے ہزار منانے کے باوجود آج دو مہینے گزرنے کے بعد بھی واپس نہیں آئیں۔

وہ انھی سوچوں میں گم تھی کہ "بیپ بیپ" میسج ٹون نے اس کی سوچوں کے ارتکاز کو توڑا۔ میسج پڑھ کر نہ جانے چھائی یاسیت کی وجہ سے یا پھر زندگی میں چھائے جُمود کو توڑنے کی خاطر اس نے ثمر کو اثبات میں جواب دے دیا۔ (بقیہ ص 45 پر)

پیر کی یہ صبح انتہائی دردناک تھی۔ میں پوری رات سو نہ سکا تھا۔ درد کی شدّت بہت زیادہ تھی‘ اگرچہ میرا صرف دایاں ہاتھ زخمی ہوا تھا‘ لیکن زخم اتنا گہرا اور شدید تھا کہ مجھے پورے جسم میں سوائے درد کے اور کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ میرا ہِلنا جُلنا بھی دوبھر ہو گیا تھا۔

”ڈاکٹر صاحب! پلیز مجھے کوئی دوائی دیں۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔“ میں نے ڈاکٹر کی منّتیں کی۔

”دیکھیے ایاز صاحب! ہم اپنی طرف سے آپ کو مکمل ٹریٹمنٹ دے چکے ہیں۔ پتا نہیں کون سے زہریلے خطرناک سانپ نے ڈسا تھا آپ کو کہ آپ کا درد ختم ہی نہیں ہو رہا ہے؟“

”ایسی بات نہیں ہے ڈاکٹر مُنیب!“ ساتھ کھڑے ڈاکٹر انس نے ڈاکٹر منیب کو آنکھیں دکھائیں۔ ”زہریلے جانور کے ڈسنے پر درد ایک دو دن تک تو رہتا ہے‘ ہم نے دوائیاں لکھ دیں ہیں۔ آپ گھر جا کر وقت پر کھاتے رہیے گا۔“

ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد حمنہ آئی‘ وہ فکر منداور خوف زدہ سی لگ رہی تھی۔

”ایاز! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

”ٹھیک ہے‘ آہ ہ ہ...“ ایاز کی درد کے مارے چیخ نکل گئی۔

”آپ خود چل کر گاڑی تک پہنچ سکتے ہیں؟“ حمنہ نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

”اُف کورس جاہل عورت! میرے ہاتھ پر لگا ہے‘ پیر سلامت ہیں۔“ ایاز نے اپنی عادت کے مطابق جواب دیا۔

حمنہ اس کی بیوی تھی اور یہ جان کر آپ کو حیرت ہو گی کہ ان کی شادی کو صرف 4 ماہ کا عرصہ ہوا تھا۔ ایاز حمنہ سے اسی لہجہ میں بات کرتا تھا‘ چاہے وہ دونوں اکیلے ہوں یا فیملی کے ساتھ ہوں۔

حمنہ کو تڑاکے دار جواب دینے کے بعد ایاز جب کھڑا ہوا تو ابھی اس نے پیر ٹھیک طرح سے زمین پر جمائے بھی نہ تھے کہ وہ گر گیا۔ درد کی شدت سے اس کا برا حال تھا‘ وہ چلنے پھرنے سے بھی قاصر تھا۔ دو لوگوں کا سہارا لے کر وہ اللہ اللہ کر کے گھر پہنچا۔ امی دروازے پر کھڑی اس کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔

”کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟“ انھوں نے ایاز سے طبیعت دریافت کی۔

”مر رہا ہوں امّاں!“ ایاز کا یہ جواب سن کر اس کی امی تڑپ اُٹھی۔

مجھے پلنگ پر لٹا کر حمنہ نے بہت دھیان سے مجھے چادر اوڑھائی تو اُس کی اِس حرکت پر مجھے بے حد غصہ آیا۔ دل چاہ رہا تھا چادر اٹھا کر اس کے منہ پر ماروں‘ لیکن میں بے بس تھا۔ درد کے مارے میرے جسم کی ساری ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ ”آپ کو اور کچھ چاہیے ایاز؟“ اس نے پوچھا۔

”مجھے اکیلا چھوڑ دو۔“ میرا جواب سن کر حمنہ دروازے کی طرِف پلٹ گئی اور میں اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا۔ اس کے کمرے سے باہر قدم رکھتے ہی میری نم آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں حمنہ سے کہوں کہ وہ مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جائے کیوں کہ اکیلے میں مجھے ڈر لگنے لگا ہے‘ لیکن میں یہ کیسے کہہ سکتا تھا۔ میں نے ہمیشہ اس پر اپنی خواہشات کو ترجیح دی ہے‘ میں کیسے اس کا محتاج بن سکتا تھا؟

”ارے اس بے وقوف عورت نے مجھے دوائیاں تو دی ہی نہیں۔“ سائیڈ ٹیبل پر پڑی دوائیوں کو اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میں مچل کر رہ گیا۔

”حمنہ!“ میں نے زوردار چیخ لگائی‘ لیکن کوئی نہ آیا۔

”امّاں!“ پھر میں نے امّاں کو پکارا‘ لیکن انھوں نے بھی نہ سنی‘ آخر کار درد سے تڑپتے تڑپتے میں سو گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو ہر طرف اللہ اکبر کی صدا گونج رہی تھی‘ کھڑکی کی طرف سے جھانکا تو آدمیوں کی لمبی قطار مسجد کی طرف رواں دواں تھی‘ اتنے میں امّی دروازے سے داخل ہوئی۔

”یہ لے بیٹا! دم کیا ہوا پانی پی لے‘ اللہ تجھے شفا دے گا۔“ امی نے مجھے اپنے ہاتھوں سے پانی پلایا‘ اسے پی کر تازگی کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑنے لگی اور حقیقتاً کچھ دیر کے لیے مجھے درد میں کچھ آرام آیا۔ وہ پانی پی کر آج مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ مجھے کتنا درد ہو رہا ہے۔

بچپن سے امی کہتی آ رہی ہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے‘ لیکن مجھے کبھی پتا نہیں چلا کہ اللہ کے ہمیں دیکھتے رہنے کا کیا مقصد ہے۔ جب میں نے 7 سال کی عمر میں پہلا روزہ رکھا‘ تب امی نے سحری میں روزہ رکھنے کی نیت پڑھاتے ہوئے مجھ سے کہا: ”دیکھ بیٹا! اب افطاری تک نہ کچھ کھانا اور نہ پینا‘ ہمیں پتا چلے یا نہ چلے اللہ تو دیکھ رہا ہے۔“ میں نے دوپہر ڈیڑھ بجے ہی ٹھنڈا گلاس پانی کا گھر والوں کی نظروں سے بچا کر پی لیا اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہے تھے۔

جب میں نے پانی پینے کے لیے سائیڈ ٹیبل کی طرف دیکھا تو میں بھی دیکھتا رہا کیوں کہ آج میرے ہاتھ میں اتنا دم بھی نہیں تھا کہ میں برابر میں پڑا ہوا پانی کا گلاس اٹھا کر پی سکوں۔ کمرے میں کوئی بھی نہ تھا‘ جس کو میں کچھ کہہ سکتا۔ میری آنکھیں پھر نم ہو گئیں اور میں دوبارہ سوچنے لگا۔

جب میں تیرہ سال کا تھا‘ تب میں نے امتحان ہال میں اپنی کتاب نکال کر خوب نقل کی۔ امی اور استاد نے سختی سے منع کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ”ہم میں سے کسی کو پتا چلے یا نہ چلے‘ مگر اللہ تو دیکھ رہا ہے۔“ نقل کے بعد پھر جب میں اچھے نمبروں سے پاس ہوا‘ تب مجھے لگا کہ اللہ کے دیکھتے رہنے سے کچھ خاص فرق نہیں پڑتا۔ بس پھر تو لائن لگ گئی۔

گھر سے باہر نکلنے سے پہلے جب امی پوچھتی ”بیٹا! کہاں جا رہے ہو؟“

”مسجد جا رہا ہوں امّاں!“ میں بائیک کی چابی جیب میں ڈالتے ہوئے لاپرواہی سے جواب دیتا۔

”تو پیدل چلے جاؤ‘ قریب ہی تو ہے۔“ امّاں کہتی۔

”نہیں چلا جاتا ناں مجھ سے پیدل۔“ میں بیزاری سے جواب دیتا۔

اور جب 4 گھنٹوں کے بعد گھر واپس آتا تو امی پوچھتیں: ”کہاں گئے تھے؟“

”مسجد میں ہی تھا امّاں۔“

”جھوٹ مت بولو؟“

”مسجد میں ہی تھا‘ آپ جا کر پوچھ لیں۔“ میں انھیں بلیک میل کرتا۔ ”اگر آپ کو مجھ پر اتنا شک ہے تو آئندہ سے نہیں جاؤں گا نماز پڑھنے۔“ یہ سن کر امّاں ڈر جاتیں۔ ”اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے‘ میں تو تمہارے ساتھ مسجد نہیں چل سکتی‘ لیکن اللہ نے ضرور دیکھا ہے کہ تم کہاں تھے۔“

”تو جا کر پوچھ لیں ناں آپ اللہ سے کہ میں کہاں تھا؟“

ساری جوانی اسی طرح جھوٹ بولتے اور آوارہ گردی کرتے گزر گئی اور اللہ دیکھتا رہا کہ میں کیسے اپنی بھولی ماں کو اس کا نام لے لے کر بے وقوف بناتا رہا۔ پھر جب شادی کی عمر ہوئی تو امّاں حمنہ کو بیاہ کر لے آئیں۔ میں اس شادی سے خوش نہیں تھا۔ اماں یہ بات بخوبی جانتی تھیں۔ شادی سے ایک دن پہلے انھوں نے مجھ سے کہا: ”دیکھ بیٹا! حمنہ ایک بہت باکردار‘ سمجھ دار اور شریف لڑکی ہے‘ اس کے حقوق کی ادائیگی تمہارا فرض ہے۔ اگر تم نے اس کے ساتھ ظاہر میں یا چھپ چھپا کر کسی بھی قسم کی زیادتی کی کوشش کی تو میں چاہے کچھ کر سکوں یا نہ کر سکوں‘ لیکن اللہ دیکھ رہا ہے۔“

”امّاں! آپ تو پھر بھی اسے مجھ سے بچانے کی کوشش کریں گی‘ لیکن آپ کا اللہ تو صرف دیکھے گا۔“ میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔

میں پہلے ہی سے حمنہ پر جبر کرنے کا ذہن بنا چکا تھا‘ کیوں کہ مجھے اس پر بہت غصہ آیا ہوا تھا‘ انتقام کی آگ میرے اندر جل رہی تھی۔ منگنی کے بعد جب میں نے اسے فون کیا تو وہ کہنے لگی: ”میں آپ سے بات نہیں کر سکتی۔“

”کیوں؟“ میں سخت حیران ہوا۔

”ہمارے ہاں اسے صحیح نہیں سمجھا جاتا۔“

”تو چھپ کر تو کر سکتے ہیں ناں‘ تم کالج وغیرہ تو جاتی ہو گی‘ جہاں تمہارے گھر والے تمہیں نہ دیکھ سکتے ہوں۔“ میری ابھی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ بولی:

”وہ دیکھیں یا نہ دیکھیں‘ اللہ تو دیکھ رہا ہے ناں۔“ یہ کہہ کر اس نے فوراً فون بند کر دیا۔ اس کی اس حرکت نے مجھے آگ بگولہ کر دیا۔ بس پھر کیا تھا شادی کے دوسرے دن ہی میں نے اپنا بدلہ لینا شروع کر دیا۔ اس نے میری بے عزتی کی تھی‘ میں اسے اس ہی کی نظروں میں گرا دینا چاہتا تھا۔

”ایاز! کھانا کھا لیں۔“ حمنہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

”مجھے بھوک نہیں ہے۔“

”میں جانتی ہوں‘ آپ اس لیے منع کر رہے ہیں‘ کیوں کہ آپ خود نہیں کھا سکتے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے ہاتھوں سے کھانا آپ کی توہین ہو گی۔ ٹھہریں میں امی کو بلا لاتی ہوں‘ وہ کھلا دیں گی آپ کو۔“

”میں نے کہا ناں‘ مجھے بھوک نہیں ہے‘ سمجھ میں نہیں آتا تمہیں۔“ ٹرے پھینکنے کے لیے میں نے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ درد کی ایک لہر نے مجھے جکڑ لیا اور میں چلّا اُٹھا۔

کچھ دیر بعد جب درد کچھ تھما تو میں نے کہا: ”تم تھوڑی دیر بعد آ کر مجھے کھلا دینا۔“

”جی!!!“ حمنہ کا حیرانی سے منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

وہ چلی گئی اور میں پھر پیچھے کی طرف دوڑنے لگا۔ شادی کے دوسرے دن سے لے کر تھوڑی دیر پہلے تک جو کچھ وہ میرے لیے کرتی‘ میں اسے دھتکار دیتا۔ اس کی ذرا سی غلطی پر اتنا شور مچاتا کہ وہ رونے لگ جاتی۔ اس نے مجھ سے بات کرنے سے انکار کیا تھا‘ میں نے اس سے کبھی بات نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک دن امّاں نے کہا: ”بیٹا! تُو اس کے ساتھ بہت غلط کرتا ہے۔“

”امّاں! آپ کیوں اتنی پریشان ہوتی ہیں‘ آپ نہیں جانتی وہ میرے ساتھ بہت خوش ہے۔ یہ تو بس غصے میں‘ میں اسے تھوڑا ڈانٹ دیتا ہوں‘ لیکن جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو اس کے لیے تحفے بھی لاتا ہوں۔“

”سچ!!!“ اماں بڑی خوش ہوتی۔

”ہاں ہاں! آپ کہیں تو دکھاؤں آپ کو؟“ میں بات کو اور ہَوا میں اُڑاتا۔

”نہیں نہیں! مجھے نہیں دیکھنا۔“ اماں شرما جاتی۔

”آپ کو یقین نہ آئے تو آپ اپنے اللہ سے پوچھ لیں‘ وہ تو دیکھ رہا ہے ناں۔“

ایک دن تو حد ہو گئی‘ جب 4 ماہ گزر جانے کے بعد اور اپنی تمام تر عزتِ نفس کی دھجیاں بکھر جانے کے بعد حمنہ کی برداشت سے باہر ہوا تو وہ بولی: ”آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟“

”زبان چلاتی ہے میرے سامنے۔“ میں نے اپنی آواز بلند کی‘ لیکن وہ نہ دبی۔

”میرا قصور کیا ہے؟ یہی کہ میں ایک کمزور‘ بے بس‘ لاچار عورت ہوں اور آپ جیسے طاقتور مرد کے آگے کچھ نہیں کر سکتی۔“

”ابھی تم نے میری طاقت دیکھی کہاں ہے؟“ میں نے آستین اوپر کرتے ہوئے کہا۔

”کیا کریں گے آپ؟ ہاتھ اٹھائیں گے‘ ماریں گے۔ یہ بھی کر لیں‘ تاکہ کوئی حسرت نہ رہے آپ کو‘ آپ جیسے مرد سے اور کیا امید کی جا سکتی ہے‘ آپ جیسے مرد صرف اپنی بیویوں پر زور چلا سکتے ہیں اور...“

”بس!“ یہ کہہ کر میں نے ایک زوردار طمانچہ اس کے رسید کر دیا۔ اس کے بعد میں نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔

”کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟“ حمنہ پھر بولی: ”اماں نہیں آئیں گی‘ وہ سو رہی ہیں۔“

”دفع ہو جاؤ میری نظروں سے۔“ میں نے اسے بازوؤں سے پکڑا اور کہا: ”خبردار! جو تم نے اماں کو کچھ بھی بتانے کی کوشش کی تو۔“

”ہاں! ان سے تو سب چھپا لیں گے آپ‘ لیکن اس اللہ کو کیا جواب دیں گے‘ جسے نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ اور جو یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔“

”جسٹ شٹ اَپ!!“ یہ کہہ کر میں گھر سے باہر نکل گیا۔ نیچے کچھ دوست ملے اور کرکٹ میچ کھیلنے کا پروگرام بنا‘ بڑا مزہ آ رہا تھا۔ میں نے 10 بالوں پر 19 رنز بنائے اور آؤٹ ہو گیا۔ باؤنڈری کے قریب فیلڈِنگ کے دوران جب میں بال پکڑنے گیا تو نہ جانے کس جانور نے میرے دائیں ہاتھ پر ایسا ڈنگ مارا کہ میں وہیں بے ہوش ہو گیا۔ اگرچہ ہسپتال میں دی جانے والی دوائیوں کی بدولت مجھے چند گھنٹوں میں ہوش آ گیا تھا‘ لیکن اصل ہوش میں تو میں اب آیا ہوں‘ ایک معصوم سی بیوی کے ارمانوں کو کُچل کر اسے تکلیف پہنچاتا رہا تو آج اللہ نے مجھے ایسی سزا دی کہ میرا رُواں رُواں درد سے کڑا جا رہا ہے۔ بھولی بھالی ماں کو ساری عمر بے وقوف بناتا رہا‘ اس اللہ کے گھر کا ایڈریس دے کر‘ جس کا میری نظر میں کام صرف دیکھنا ہے۔ وہ اللہ مجھے بچپن سے دیکھ رہا تھا اور مجھے لگتا تھا کہ وہ صرف مجھے دیکھے گا اور آج دیکھتے دیکھتے میں کیسے بستر پر پڑ گیا پتا ہی نہیں چلا۔

”روزہ کس کس نے رکھنا ہے بھئی صبح؟؟“ وہ تراویح سے فارغ ہو کر گھر آئے تو تخت پر بیٹھنے کے بجائے بچوں کے کمرے میں چلے گئے۔ تینوں نے ہی حامی بھری۔

”اچھا تو تراویح کس کس نے پڑھی آج؟“ اب کے تینوں نے منہ نیچے کر لیے۔

”فجر کی نماز میں شدید نیند آ رہی ہوتی ہے۔ ہے ناں؟ اور ظہر میں بھوک سے برا حال ہوتا ہے‘ اس لیے پڑھی نہیں جاتی اور عصر میں تو کمزوری اتنی ہو جاتی ہے کہ اٹھا بھی نہیں جاتا اور مغرب کی اس وجہ سے کہ کھانا پیٹ میں پڑتے ہی چکّر آنے لگتے ہیں۔ صحیح کہا ناں میں نے؟“ بہت ہی پیار سے وہ تینوں بچوں سے مخاطب تھے۔ اب تو تینوں باپ کا موڈ دیکھتے ہوئے زور و شور سے گردن ہلا رہے تھے۔

”کتنی غلط بات ہے یہ کہ ہمیں روزہ رکھنے کا شوق تو بہت ہے‘ لیکن روزے کو بنانے کا شوق نہیں ہے۔ دیکھو جس روزے میں نماز نہ پڑھی جائے‘ وہ فاقہ ہے‘ روزہ نہیں۔ اللہ پاک نے روزے کا اجر اپنے ذمہ لیا ہے اور اگر اسے ادھورا چھوڑ دیں گے تو روزہ کہاں سے کہلائے گا۔ تراویح‘ روزے کی اوّلین عبادت ہے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا اور اس کے قیام (یعنی تراویح) کو سنت۔“ یعنی روزے کے ساتھ تراویح کا واضح حکم ہے اور اس کے علاوہ ایک اور بات بتاؤں؟؟ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ”روزہ ڈھال ہے آدمی کے لیے‘ جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔“ اس لیے آدمی کو چاہیے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات نہ کرے‘ تمسخر یا جھگڑا وغیرہ نہ کرے۔ اگر کوئی جھگڑے تو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔ اسی طرح کسی لہو و لعب میں مشغول نہ ہو‘ جیسا کہ ٹی وی یا گانے وغیرہ جھوٹ اور غیبت سے بچے‘ یعنی روزہ صرف پیٹ کا نہیں ہوتا‘ بل کہ کان‘ آنکھ‘ زبان‘ دل‘ دماغ اور ہر عضو کا روزہ ہوتا ہے... آئی سمجھ؟؟“ انھوں نے تینوں سے سوال کیا۔

تینوں شرم کے مارے گردن نہ اٹھا سکے۔ ببلو کی تو آنکھوں سے باقاعدہ آنسو جاری تھے اور کمرے کے دروازے پے کھڑی اقبال بیگم کے آنسو بھی دوپٹے میں جذب ہو رہے تھے کہ ان کی خود کی عصر کی نماز اکثر افطاری بنانے میں نکل جاتی تھی‘ اسی لیے پیارے نبی ﷺ نے سادگی کا حکم دیا ہے۔ صرف بچے ہی نہیں بگڑے ہوئے؟ بڑے بھی بگڑ چکے ہیں۔ روزے وہ بھی پابندی سے رکھتی تھیں‘ لیکن رمضان کی خاطر کبھی اپنے پسندیدہ ڈرامے کو نہیں چھوڑا‘ یعنی روزے میں چھید۔ اکثر پڑوسنوں سے ایک دوسرے کی برائی‘ ایک اور چھید۔ نہ جانے کتنے چھید تو ان کو خود اپنے روزے میں نظر آنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو تو مکمل روزہ چاہیے ہوتا ہے۔ اُف! آج کیسی آنکھیں کھلی تھیں ان کی۔ انھوں نے وہیں کھڑے کھڑے اپنی پچھلی باتوں پر توبہ کر لی‘ کیوں کہ انھیں معلوم تھا کہ پکی توبہ تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول کرتے ہیں اور اس مہینے میں تو رحمتِ الٰہی خاص طور پر برستی ہے‘ جو بھی معافی مانگنا چاہے‘ اسے ضرور معافی ملتی ہے۔ انھیں ایسا لگا جیسے یہ ان کا پہلا رمضان ہو گا‘ جس کے روزوں میں شاید چھید نہ ہو۔

Parus Plastics
51

مکمل روزہ

آئینہ تبسم

"مبارک ہو مانو آپی! چاند نظر آگیا..." بلو اس کے کان کے پاس آکر تقریباً چیخا تھا۔ بنٹی نے کانوں سے ہینڈ فری نکالی اور اسے ایک دھپ رسید کیا۔ وہ لڑھکتا ہوا گیا اور دور جا کر بیٹھ گیا۔

"شاہد آفریدی نے چھکّا مارا، لیکن بال باؤنڈری وال سے ٹکرا کر پلٹ آئی اور یوں چھکّا چوکے میں تبدیل ہو گیا۔" مُنّو نے اندر آتے ہوئے کومینٹری کرنا ضروری سمجھا۔

اقبال بیگم تخت پر بیٹھی مٹر چھیلتی جا رہی تھیں۔ "امّاں! مبارک ہو چاند نظر آگیا۔" بلو کی اندر دال نہ گلی تو آکر ماں کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

"ارے ہٹ پیچھے، کام کرنے دے مجھے ...جب دیکھو کیکڑا بنا رہتا ہے، جان کو چمٹ جاتا ہے ہٹ پرے!" وہ پیچھے ہٹ گیا مگر بولنے سے باز نہ آیا۔

"امّاں! کل سحری میں کیا بناؤ گی؟" بڑے اشتیاق سے کیے گئے سوال پر ایک دھموکا پڑا۔

"ماں! تم نے مجھ پر ہاتھ اُٹھایا... قسم سے ماں! بڑا ہو جاؤں تو میں ہی تمہارے کام آؤں گا ماں!" وہ کسی فلمی ہیروں کی طرح اپنے جسم کو جھٹکا دے کر بولا تو اقبال بیگم نے جوتی ٹٹولی۔ وہ تیر کی طرح دروازہ پار کر گیا۔

"کم بختوں کو کسی حال میں چین نہیں ہے۔ ایک گانوں سے چپکی رہتی ہے، دوسرا کرکٹر بنا پھرتا ہے اور تیسرا خود کو کسی فلم کا ہیرو سمجھتا ہے۔ آلینے دو ان کے باپ کو، سب کی اکٹھی نہ دُھنائی کرائی تو بولنا..." وہ مَن ہی مَن میں بڑبڑا رہی تھیں، جب تمام مٹر چھل گئے تو کچرا سمیٹ کر مٹر کا چھنّا لیے اٹھ گئیں کہ ابھی امتیاز صاحب آتے ہی ہوں گے اور ان کے آنے سے پہلے قیمہ بھون کر مٹر ڈالنے ہیں۔

"رمضان مبارک ہو، بچو...!" امتیاز صاحب، آج کچھ جلدی گھر آگئے تھے۔

"امّاں نظر نہیں آرہیں تم لوگوں کی؟"

اقبال بیگم، روز ان کے آنے کے وقت سے پہلے چوٹی کر کے آنکھوں میں سُرمہ ڈالے تخت پر بیٹھ کر ان کا انتظار کرتی تھیں۔ آج ان کی جگہ خالی دیکھ کر انھوں نے بچوں سے سوال کیا، جو باپ کے احترام میں تمام لغویات چھوڑ، شرافت کا لبادہ اوڑھ کر بیٹھ گئے تھے۔

امتیاز صاحب جتنے نرم خو تھے، اقبال بیگم اتنی ہی گرم مزاج تھیں۔ وہ بچوں پر بے جا سختی کے قائل نہ تھے، لیکن ان کا رعب بہت تھا۔ وہ متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ لگی بندھی سرکاری ملازمت کے علاوہ، پارٹ ٹائم جاب بھی کرتے تھے۔

"آگئے آپ!" اقبال بیگم کا کچن سے آتے ہوئے چہرہ نمودار ہوا، وہ ہاتھ پونچھ کر تخت پر آبیٹھیں۔ بچے جو امتیاز صاحب کی لائی ہوئی تھیلیوں میں گھسے ہوئے تھے، امّاں کو دیکھ کر ہوا ہو گئے۔ "کم بختو! ذرا جو صبر کرلو، بھوکوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں، جیسے کبھی کھانا نہ ملا ہو۔" وہ یک دم مُنّو پر چڑھ دوڑیں۔

"ارے کھانے دیا کرو بیگم! انھی کے لیے تو لاتا ہوں۔"

"بس! آپ کی انھی باتوں نے تو انھیں بگاڑ دیا ہے، میں نے کھانے سے کبھی منع نہیں کیا، لیکن تمیز سے تو کھائیں۔ سارا دن میرا اسراسی طرح کھاتے ہیں، میں شکایت نہیں کرتی تو اس کا مطلب میں ہی بری ٹھہری۔" وہ روہانسی ہو گئیں۔

"اب دیکھیں چاند نکل آیا ہے، نہ کسی کو نماز کا ہوش ہے اور نہ اللہ کی فکر، ایسی بے لگام اولادیں ہیں کہ بس۔ ایک ٹی وی کے آگے بیٹھا ہے تو بیٹھا ہی رہتا ہے اور دوسری گانے سنتی ہے تو سنے ہی چلی جاتی ہے۔ ذرا بھی رمضان کا خیال نہیں ہے۔" بیگم اقبال کا غصہ بھی بجا تھا۔

"لیکن بیگم! طنز، طعنوں سے اولاد تھوڑی سنورتی ہے، انھیں آرام پیار سے سمجھائیں گے تو سمجھ جائیں گے۔"

"میرے ہاتھ کوئی لگے تو میں سمجھاؤں ناں! انھوں نے سمجھنا سنبھلنا کیا ہے، اُلٹا خون ہی جلانا ہے۔" وہ غصے میں ان کے پاس سے اٹھ گئیں۔

امتیاز صاحب سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ واقعی انھوں نے کبھی بچوں کو ایک جگہ بٹھا کر نہیں سمجھایا۔ اذان کی آواز پر وہ سر پے ٹوپی جماتے ہوئے اُٹھ گئے اور راستے میں ہی واپس گھر لوٹنے کا راہِ عمل طے کرنے لگے۔

"روزہ کس کس نے رکھنا ہے بھئی صبح؟؟" (بقیہ ص50پر)

روزہ ڈھال ہے
جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے

کائنات غزل

حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ "جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم ﷺ کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔" دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ "رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہ لاتے تھے۔" ایک روایت میں ہے کہ "حق تعالیٰ شانہ رمضان میں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرماتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزے داروں کی دعا پر آمین کہو۔"

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے، جب تک وہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔" (ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح روزے سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔) کسی نے عرض کیا: "یارسول اللہ (ﷺ)! روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "جھوٹ اور غیبت سے۔"

ہمارے زمانے میں روزہ گزارنے کا مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ واہی تباہی، تیری میری باتیں شروع کر دیں، یہاں تک کہ بعض علما کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزے کے آداب میں چھ امور شامل ہیں، جن کا اہتمام ضروری ہے۔

نگاہ کی حفاظت: اوّل نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے، حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے تو اجنبی عورت کا کیا ذکر اور اسی طرح لہو و لعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اللہ کے خوف سے اس سے بچا رہے حق تعالیٰ شانہ' اس کو ایسا نورِ ایمانی نصیب فرماتے ہیں، جس کی حلاوت اور لذت قلب پر محسوس ہوتی ہے۔

زبان کی حفاظت: دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے۔ جھوٹ، چغل خوری، غیبت، بد گوئی، بد کلامی اور جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ "روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے۔" اس لیے روزہ دار کو چاہیے کہ زبان سے کوئی فحش، جہالت یا جھگڑے کی بات نہ کرے۔ اگر کوئی دوسرا کرنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔ یعنی دوسرے کی ابتدا کرنے پر بھی اس سے نہ الجھے، بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی پرہیز کرے۔ قرآن مجید نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر فرمایا ہے۔ ہم لوگ اس سے بہت غافل ہیں۔ عوام تو عوام، خواص بھی اس میں مبتلا ہیں۔ دنیا دار تو دنیا دار، دین داروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم ہی خالی ہوتی ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اکثر اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا۔

کان کی حفاظت: تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے، وہ کان کی حفاظت ہے۔ ہر مکروہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "غیبت کا کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ گار ہیں۔"

چوتھی چیز باقی اعضائے بدن، مثلاً ہاتھ کو ناجائز چیز پکڑنے، پاؤں کو ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور باقی اعضائے بدن کو گناہوں سے بچانا ہے۔ اسی طرح پیٹ کو افطار کے وقت حرام اور مشتبہ چیزوں سے محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

حلال مال سے افطار کرنا: پانچویں چیز افطار میں بھی حلال مال سے اتنا نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے، اس لیے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ مقصود اس سے قوّتِ شہوانیہ کا کم کرنا ہے اور قوّتِ نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے۔ گیارہ مہینوں تک بہت کچھ کھایا ہے، اگر ایک مہینہ کم کھالیں گے تو کیا جان نکل جائے گی؟ ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات کے لیے اور سحری کے وقت حفظ ماتقدّم کے طور پر اتنی زیادہ مقدار میں کھالیتے ہیں کہ بغیر رمضان اور روزہ کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت نہیں آتی۔

خوفِ خدا: چھٹی چیز جس کا لحاظ روزہ دار کے لیے ضروری ہے، وہ ہے روزے کے بعد بھی اس سے ڈرتے رہنا کہ نا معلوم روزہ قبول ہوا بھی ہے یا نہیں؟ روزہ دار کو اپنی نیت کی حفاظت کے ساتھ اس سے خائف بھی رہنا چاہیے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رضا کا سبب بنالیں۔

سہانی یادیں

اہلیہ کمال احمد خان

ہر سال رمضان کی آمد کے ساتھ ہی مجھے اپنے ابتدائی روزوں کی یاد آجاتی ہے اور ان میں کچھ ایسی ''میٹھی یادیں'' ہوتی ہیں کہ آنکھیں بھیگ سی جاتی ہیں۔آج جب ہم اپنے مذہب سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ثقافت (کلچر) سے بھی دور ہوگئے ہیں اور اکثر آج کے بچے جب ہمارے ماضی کو کمپیوٹر' موبائل فون' پلے اسٹیشن کے بغیر سوچتے ہیں تو انہیں سمجھ نہیں آتا کہ اس میں رنگ اور کشش کیا تھی؟ تو دل چاہا کہ ان کو بتائیں کہ ان ''مشینوں'' کے بغیر زندگی نہ صرف بہت آسان بل کہ رشتوں' جذبوں اور محبتوں کی گرمجوشی سے مہکتی ہوئی ہوتی تھی۔

جب سالگرہیں نہیں تھیں مگر پہلا روزہ' قرآن پاک کا شروع کرنا اور ختم کرنا ایک مناسب دائرہ کے اندر رہتے ہوئے خوشیوں کو بانٹنے کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔

ہمارا پہلا روزہ اور دوسرا روزہ بہت سی یادیں لیے ہوئے آج تک ہمارے ساتھ ہے۔پہلے روزے میں سحری کے وقت ہماری پھپھو کا ہمیں سحری کروانا' خالہ کا اپنے ہاتھ سے جوڑا سی کر پہنانا اور رشتہ داروں کا افطار کے وقت ہماری پذیرائی کرنا ہمیں آج تک یاد ہے۔

مگر جس روزے کا جو حال میں خاص طور سے بیان کرنا چاہتی ہوں' وہ میرا دوسرا روزہ ہے۔ ہم نے شوق میں بہت ہی کم عمری میں اپنے روزے کا آغاز کیا تھا۔پہلا روزہ تو سیلیبریشن کے شوق میں گزر گیا مگر دوسرے روزے میں دوپہر ہوتے ہی ہماری نعرے بازی کہ بھوک لگ رہی ہے' پیاس لگ رہی ہے 'اب بالکل برداشت نہیں ہورہا' شروع کردیا۔ ہمارے والد صاحب جو اسی وقت آفس سے آئے تھے' ہمارا یہ حال دیکھ کر فوراً ظہر کی نماز پڑھ کر ہم کو باہر لے گئے۔اس وقت بھی شدید گرمی کے روزے تھے مگر مجھ کو آج تک یاد ہے کہ میں مزے مزے کی کھانے کی چیزیں لینے کے شوق میں سب گرمی اور روزہ بھول گئی اور مختلف چیزیں لیتی رہی۔ عصر کے قریب ہم گھر واپس پہنچے اور ابو عصر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد چلے گئے اور ہم حسب عادت اندر داخل ہوتے ہی چیزیں رکھ کر ایک گلاس پانی بھر کر غٹاغٹ چڑھا گئے۔اچانک پاس سے گزرتی ہوئی بہن نے جب دیکھا تو ایک چیخ ماری اور کہنے لگی کہ تمہارا تو روزہ تھا۔اب کیا تھا؟ یہ یاد آتے ہی ہمارا رونا شروع ہوگیا کہ اب جب ہمارا روزہ اپنے اختتام کی طرف تھا تو ہم نے اپنا روزہ توڑ دیا۔اس صدمہ کو ہم کسی طرح برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ مسجد سے واپس آکر تھکن سے چور ابّا کو جب یہ پتا چلا تو انہوں نے ہر ممکن طریقہ سے ہم کو سمجھانا چاہا کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر ہم کو کسی طرح یقین نہیں آرہا تھا۔ مگر آج اتنے سال گزرنے کے باوجود وہ منظر میں نہیں بھولتی کہ وہ ایک کتاب لیکر مجھ 8 یا 9 سال کی بچی کو پڑھ کر بتا رہے تھے کہ دیکھو! اس میں بھی یہی لکھا ہے۔آج کئی دہائیاں گزر گئیں اس واقعہ کو مگر جب بھی یہ مجھے یاد آتا ہے تو خیال آتا ہے کہ آج ہم جب ہم ''بڑے'' بن کر اپنی نئی نسل کی شکایات کرتے ہیں تو بھول جاتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بڑوں کے جیسے شفقت اور تحمل سے ایسے ہی محروم ہیں جیسے ہماری نئی نسل ادب وآداب سے ناآشنا ہے۔اللہ ہم کو اپنے بڑوں کی زندگیوں سے سیکھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

Pervaiz Omer
55

باپ کا بیٹی کے نام خط

قسط نمبر 19

نمازِ تہجد کی فضیلت

محمد دانش

میری سعادت مند بیٹی، ہزار ہا دعائیں!

بیٹی! آپ کی سہیلی اگر آپ کا بہت خیال رکھے اور آپ کے دکھ درد میں آپ کا ہاتھ تھام لے اور آپ کو ہمیشہ ہشاش بشاش اور خوش و خرم دیکھنا چاہے تو ایسی مخلص سہیلی کے لیے آپ کی بھی چاہت ہوگی کہ اس کی خوشی کا ہمیشہ خیال رکھوں اور کوئی جملہ زبان سے ایسا نہ نکل جائے، جس سے اس کے دل کو ٹھیس پہنچے اور آپ کے دل میں یہ احساس چٹکیاں لیتا رہے گا کہ اگر آپ اس سے ملاقات کے لیے وقت نہیں نکال سکتیں تو کم از کم موبائل پر ہی اس کی خیریت لیتی رہیں، تاکہ ایسی مخلص اور دل و جان سے چاہنے والی سہیلی کہیں آپ سے روٹھ نہ جائے۔ بیٹی! ربِّ کائنات تو اپنے بندوں سے ستّر ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں، چناں چہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لوگوں سے آپ فرما دیں کہ "اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر امت کا خیر خواہ کون ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کثرت سے ذکر و اذکار کیا کرو اور فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات کا بھی اہتمام کرو۔" چناں چہ دربارِ رسالت میں نمازِ تہجد کی کیا قدر و قیمت ہے، آئیے دیکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: "عبد اللہ اچھا آدمی ہے، کاش کہ وہ تہجد پڑھتا۔" اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا: "رات کو زیادہ نہ سویا کرو، کیوں کہ رات کو زیادہ نیند کرنے والا قیامت کے دن خالی ہاتھ ہوگا۔" اللہ تعالیٰ کے نیک بندے سحری کے وقت اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔ (الذاریات: 18) اور سحری کے وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے والے ہیں۔ (آلِ عمران: 17) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کو تین آوازیں بہت پسند ہیں:

1 مرغ سحر کی آواز
2 قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کی آواز
3 سحری کے وقت گناہوں سے معافی مانگنے والے کی آواز۔"

شب بیداروں کی تین قسمیں: رات کو عرشِ معلیٰ کے نیچے سے ایک فرشتہ صدا لگاتا ہے کہ عبادت گزاروں کو اب اٹھنا چاہیے، وہ بستر سے اٹھ کر عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں، پھر آدھی رات کو صدا لگاتا ہے کہ فرماں برداروں کو اب اٹھنا چاہیے، چناں چہ خوش نصیب اٹھ کر سحری تک یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، پھر سحری کے وقت صدا لگاتا ہے کہ گناہ معاف کرانے والوں کو اب اٹھنا چاہیے، چناں چہ وہ خوش بخت اٹھ کر اپنے گناہ معاف کرانے میں لگ جاتے ہیں۔ جب صبح طلوع ہوتی ہے تو پھر صدا لگاتا ہے کہ اب غافلوں کو جاگنا چاہیے تو کچھ لوگ اپنے بستروں سے اس طرح اٹھتے ہیں، جس طرح مردے قبروں سے اٹھیں گے۔

(3) حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ مرغ تجھ سے عقل مند نہیں ہونا چاہیے کہ وہ تو سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرے اور تو نیند کرتا رہے۔

بیٹی! مجھے افسوس ہے کہ آج انسان کے پاس سب کاموں کے لیے وقت ہے، لیکن محسنِ حقیقی کے لیے وقت نہیں، جس کی نعمتوں سے انسان ہر لمحہ لطف اندوز ہو رہا ہے۔

بیٹی! مجھے امید ہے کہ آپ فرائض ادا کرنے کے ساتھ نمازِ تہجد کا بھی اہتمام کروگی۔ رات کی گھڑیاں بڑی قبولیت کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔ والسلام

دعا گو
آپ کے ابو

باغیچہ اطفال

میں صحابی بنوں گا

صبا یونس قریشی

"سنو ریحان! تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟" طارق نے چپس کا پیکٹ کھولتے ہوئے بہت تجسّس سے اپنے دوست سے پوچھا۔

"میں بڑا ہو کر صحابی بنوں گا۔" ریحان نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"ریحان! تم بڑے ہو کر صحابی بنو گے، مگر یہ کون سی فیلڈ ہے؟ میرا مطلب ہے کہ جیسے ڈاکٹر، انجینئر، صحافی وغیرہ جو ہوتے ہیں تو صحابی بن کر تم اس طرح کی کون سی جگہ جاؤ گے؟" طارق کو سمجھ نہیں آیا تو اس نے اپنی سمجھ کے مطابق سوال کیا تھا۔ وہ دونوں دوسری جماعت کے طالب علم تھے اور اس وقت بریک ٹائم میں لنچ کرنے کے لیے اسکول کے گراؤنڈ میں آکر بیٹھے تھے۔

"طارق! میری ماں جی کہتی ہیں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہیں۔ میری ماں جی کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا رتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ اس کے بعد باقی نبیوں کا اور پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری اور میرے صحابہؓ کی اتباع کرے گا، وہ جنت میں جائے گا۔ تو طارق! میرے پوچھنے پر ماں جی نے بتایا کہ اتباع کا مطلب ہے کہ جیسا کام ان لوگوں نے کیا، ویسا ہی کام ہم کریں۔" پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ریحان سے پوچھا کہ "ریحان! صحابہ کرام کیا کام کرتے تھے؟" دراصل طارق کے لیے یہ سب باتیں نئی تھیں۔

"صحابۂ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔ نہیں بل کہ ماں جی کہتی ہیں کہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرتے تھے۔ طارق! میری ماں جی کہتی ہیں کہ جو عاشق ہوتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی کیا خواہش ہے؟ کیا مرضی ہے؟ بس ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا محبوب کیا چاہتا ہے؟ ہمارے محبوب کی کیا خواہش ہے؟ میری ماں جی مجھ سے روزانہ یہ وعدہ لے کر سوتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ جیسا عشق کروں گا۔ جیسے انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات مانی، ویسے ہی ہر بات مانوں گا۔"

"تو تم روزانہ ایک ہی وعدہ کر کے سوتے ہو؟" طارق بہت حیران ہوا۔

"ہاں! مگر عشاء کی نماز کے بعد پہلے میری ماں جی ہم سب کو

آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کے بارے میں بتاتی ہیں، پھر وہ ہم سب سے وعدہ لیتی ہیں اور سونے سے پہلے وہ ہم سب سے حاجت کے نفل ادا کرواتی ہیں، پھر ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک ہمیں صحابہ کرامؓ جیسا آپ ﷺ کا عشق اور اتباع نصیب فرمائے۔ اس کے بعد ہم سب سونے جاتے ہیں۔"

ریحان کی باتیں سن کر طارق تو حیران ہی رہ گیا، کیوں کہ نہ تو اس کو یہ باتیں معلوم تھیں اور نہ ہی اسے نماز پڑھنی آتی تھی، مگر پیارے بچو! طارق زیادہ حیران اس لیے تھا کہ ریحان کھانا کھا کر نماز پڑھ کر سو جاتا ہے تو وہ ٹی وی کب دیکھتا ہے؟ گیمز کب کھیلتا ہے؟ آخر کار طارق نے لنچ مکمل کرنے کے بعد ریحان سے پوچھ ہی لیا کہ "وہ ٹی وی کب دیکھتا ہے؟ گیمز کب کھیلتا ہے؟"

"ہمارے گھر ٹی وی نہیں ہے۔ میری ماں جی کہتی ہیں کہ زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور یہ امانت بہت قیمتی ہے۔ ماں جی کہتی ہیں کہ ہم اس امانت کی جتنی بھی حفاظت کریں، اتنا ہی کم ہے۔ ماں جی کہتی ہیں کہ اگر ٹی وی دیکھو گے تو یہ سمجھنے کا وقت کیسے ملے گا کہ اللہ کی امانت کی حفاظت کیسے ہو گی؟ سارا وقت تو ٹی وی دیکھ کر اسی کے بارے میں سوچتے رہو گے۔" ریحان نے وہی بتایا جو اس کی ماں جی نے اس کو سکھایا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ریحان نے کلاس روم کی طرف جاتے ہوئے طارق سے پوچھا کہ "تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟"

"ممی پاپا کہتے ہیں کہ بڑا آدمی بننا ہے، جس کے پاس بہت ساری دولت ہوتی ہے۔ ممی کہتی ہیں کہ سیاست میں بھیجوں گی، جس سیٹ پر جاؤ گے، پیسہ ہی پیسہ ہو گا۔" طارق نے اپنے گھر میں ہونے والی باتیں سچ سچ بتادیں۔

"مگر طارق! میری ماں جی تو کہتی ہیں کہ دنیا کے سب سے بڑے آدمی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور سب سے زیادہ دولت مند بھی... اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔" ریحان نے اس کی باتوں سے الجھ کر بتایا۔ اتنے میں ان کی ٹیچر آگئیں، اس لیے وہ دونوں چپ چاپ جا کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

"ریحان یار! میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں صرف بڑا آدمی ہی نہیں بل کہ پوری دنیا کا بڑا آدمی بنوں گا۔" چھٹی ہوتے ہی طارق نے اپنے دوست ریحان کو بڑی بے تابی سے بتایا۔

"اچھا! مگر تم پوری دنیا کے سب سے بڑے آدمی کیسے بنو گے؟" ریحان نے پوچھا۔

"وہ لنچ بریک میں تم نے ہی تو بتایا تھا کہ دنیا کے سب سے بڑے آدمی آپ ﷺ تھے اور سب سے زیادہ دولت مند بھی... اور پھر ان کے بعد ان کے صحابہ کرامؓ تو میں نے سوچا کہ میں بھی ایسا ہی بن جاؤں گا۔" طارق نے جوش سے بتایا۔

"مگر میری ماں جی تو کہتی ہیں کہ اس کے لیے بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔" ریحان نے سنجیدگی سے بتایا۔

"اچھا! مثلاً کیا کرنا پڑے گا؟" طارق نے تجسّس بھرے لہجے میں پوچھا۔

"طارق! میری ماں جی تو بہت کچھ بتاتی ہیں مگر میں تمھیں تھوڑا تھوڑا بتاتا ہوں۔ میری ماں جی نے بتایا کہ جب اسلام آیا تھا تو بہت تنگدستی تھی۔ ایک دفعہ جنگ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو مال و دولت جمع کرنے کا حکم دیا تو طارق تمھیں پتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا مال و دولت لے آئے اور حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا آدھا مال۔ میری ماں جی کہتی ہیں کہ اصل دولت مند اور بڑا آدمی تو وہی ہوتا ہے جو اللہ کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دے۔ ماں جی بتاتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا لائے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ گھر میں جو کچھ بھی تھا، سب لے آیا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ گھر کا آدھا مال لایا ہوں۔ تو تمھیں پتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ بڑا آدمی کوئی نہیں ہے۔ ماں جی کہتی ہیں کہ اصل بڑا آدمی وہی ہے جو اپنا سب کچھ اللہ کے نام پر خرچ کر دے۔

"اچھا! یہ سب باتیں میں اپنی ممی کو بتاؤں گا۔ مگر ریحان! تم تو کہہ رہے تھے کہ میں صحابی بنوں گا۔ حالاں کہ ٹیچر نے تو بتایا تھا کہ اب کوئی صحابی نہیں بن سکتا۔"

"اچھا! میں کل ماں جی سے پوچھ کر آؤں گا۔" ریحان نے مسکرا کر جواب دیا۔

"طارق! میں نے ماں جی سے پوچھا تھا تو انھوں نے بتایا کہ ہاں تمھاری ٹیچر ٹھیک کہتی ہیں۔ ماں جی نے مجھے سمجھایا کہ "میں صحابی بنوں گا" نہ کہا کرو بل کہ یوں کہا کرو کہ میں صحابہ کرامؓ جیسا بنوں گا۔" اسکول پہنچتے ہی ریحان نے اپنے دوست کو بتایا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر میں بھی صحابہ کرامؓ جیسا بنوں گا۔" طارق نے اپنے دوست کا ہاتھ پکڑ کر اسے بتایا پھر کچھ سوچتے ہوئے رک کر پوچھنے لگا: "ریحان! کیا پھر ہم دونوں بڑے آدمی بن جائیں گے؟"

"طارق! تمھاری باتیں سن کر میں نے بھی اپنی امی سے یہی پوچھا تھا تو انھوں نے تمھارے لیے ایک کتاب "حیات الصحابہ" بھیجی ہے اور کہا ہے کہ تمھیں دوں اور تم روزانہ رات کو سونے سے پہلے اپنی آپی یا ممی سے تھوڑا تھوڑا سنا کرنا تو تم ایک دن خود سمجھ جاؤ گے کہ بڑا آدمی وہ ہوتا ہے جو اللہ کی مان کر چلتا ہے اور اللہ کے لیے خود کو ختم کر دیتا ہے۔ (بقیہ ص 61 پر)

Publications
59

سُفیان ایک اچھا لڑکا تھا' جسے سب پیار کرتے تھے۔ گھر والے اسے سب پیار سے سونو کہتے تھے۔ سونو اسکول کیا جانے لگا' آہستہ آہستہ اپنی ساری اچھی عادتیں بھول گیا۔ آئے دن اس کے بڑے بھائی فرقان کو اس سے شکایتیں رہتیں۔ کبھی اس کی کتاب' کبھی کاپی اور کبھی قلم چھپا دیتا۔ بے چارہ فرقان کتابی کیڑا تھا۔

ناک پر چشمہ جمائے ہر وقت پڑھتا رہتا تھا۔ وہ اپنی چیزیں تلاش کرنے میں سارا وقت لگا دیتا۔ ناکام اگر ہوتا تو غصے میں آجاتا' پھر دونوں بھائیوں میں خوب لڑائی ہوتی تھی۔ امی دونوں سے تنگ آجاتیں اور سر پکڑ کر بیٹھ جاتیں۔

"کیا کروں ان بچوں کا؟ ہر وقت شور کرتے رہتے ہیں۔" سونو نہ صرف فرقان کے ساتھ برا سلوک کرتا تھا' بل کہ گھر کے ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ بد تمیزی کرتا تھا۔ ابو دفتر سے آئے تو انھوں نے سفیان سے کہا: "میرا بیٹا کیا کر رہا ہے؟"

"آپ کو دِکھ نہیں رہا' میں کام کر رہا ہوں۔" سونو کے جواب نے سب کو حیران کر دیا۔

"بد تمیز! ابو سے ایسے بات کرتے ہیں۔" امی کو غصہ آگیا۔

اسی روز امی نے سونو کو آواز دی: "سونو بیٹا! ادھر آنا۔"

"کیا ہے امی؟ آپ مجھے کیوں آوازیں دیتی رہتی ہیں۔ تنگ کر کے رکھ دیا ہے آپ نے مجھے۔" امی پریشان ہو گئیں اتنی بد تہذیبی پہلے تو نہیں تھی۔ سونو پہلے تو جی امی کہتا تھا' اب اچانک اسے کیا ہو گیا ہے؟

گھر کے سب ہی لوگ حیران و پریشان تھے۔ سونو کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ بدلاؤ ایسے بھی آتا ہے۔ ہر بات میں ٹھینگا' ہر موقع پر ضد' ہر ایک سے زبان درازی۔ یہ سونو وہ تو نہیں ہے' یہ تو کوئی اور ہے۔

"بچے نہ جانے کہاں کہاں سے بری عادتیں سیکھ لیتے ہیں' پتا ہی نہیں چلتا۔" ابو نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔

"بچہ اب بڑا ہو رہا ہے' اسکول جانے سے اس کی زندگی کا دائرہ بھی بڑا ہوا ہے۔ اسکول میں اچھے برے ماحول کے لڑکے آتے ہیں' ان کا اثر تو پڑتا ہی ہے۔" دادا جان کی بات پر ابو سوچنے لگے۔

رمضان شروع ہو چکا تھے۔ آج پہلا روزہ تھا۔ ظہر سے ذرا پہلے سونو نے فرقان کا پینسل بکس چھینا اور فرقان تیزی سے لپکا' اس نے سونو کے منہ پر چپت لگائی تو وہ بگڑ گیا۔

"بد تمیز' گدھے! فرقان کے بچے! پاگل' پاگل' پاگل" کہہ کر فرقان کو مارنے لگا۔ فرقان نے اپنا بچاؤ کیا اور اس کے بال پکڑ لیے۔ دادا جان نے دونوں کو چھڑایا

اور سونو کو اپنے ساتھ کمرے میں لے گئے۔ پہلے پیار کیا پھر پانی پلا کر سمجھایا:

"سونو! آپ بہت اچھے بچے تھے' جانتے ہو جب بچوں میں اچھی باتیں ختم ہونے لگتی ہیں تو پھر وہ بُرے بن جاتے ہیں۔ آپ نے بہت ہی برا کیا۔ فرقان آپ سے دو سال بڑا ہے۔ آپ نے نہ صرف اسے برا بھلا کہا' بل کہ اسے مارا بھی۔" سونو نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"میرے پیارے بچے! مجھے معلوم ہے تم ایک اچھے بچے ہو' مگر برے دوستوں کی صحبت سے برائی سیکھ رہے ہو۔" دادا جان نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"تو میں کیا کروں دادا جان؟ وہ لوگ بھی ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔" سونو کے کہنے پر دادا جان مسکرائے۔

"سونو بیٹا! یا تو آپ انھیں اچھا بناتے یا پھر ان سے دور رہتے۔ یاد رکھو سونو! انسان کی نہ تو صورت بری ہوتی ہے' نہ سیرت اور نیت بری ہوتی ہے اگر ہم اچھا سوچیں گے تو اچھا کریں گے۔" سونو نے چونک کر دادا جان کو دیکھا۔

"ہاں بیٹا! یہ جو آپ ان ہاتھوں سے بغیر پوچھے فرقان کی چیزیں لیتے ہو' یہ "چوری" کہلاتی ہے اور یہ زبان جس سے آپ بڑے چھوٹوں سے بد تمیزی سے بات کرتے ہو' اسے "بد زبانی" کہتے ہیں۔ بیٹا! ہمارے اعضا قیامت کے روز گواہی دیں گے۔ یہ ہاتھ کہیں گے: اے اللہ! اس بندے نے ہم سے چوری کروائی۔ زبان کہے گی: اے اللہ! تیرے اس بندے نے مجھ سے برا بھلا کہلوایا۔ آنکھیں کہیں گی: اے اللہ! ہم سے اس نے برائی ہی برائی دکھوائی۔ کان کہیں گے: یہ برا کہتا تھا اور برا ہی سنتا تھا۔ ان گواہیوں پر انسان کو اس کے گناہ کی سزا ملے گی۔" سونو حیرت سے دادا جان کو دیکھ رہا تھا۔

"بیٹا سونو! آج پہلا روزہ ہے۔ رمضان کے مہینے میں ہماری نیکی کا جہاں دگنا ثواب ملتا ہے' وہاں ہر برائی کا دگنا عذاب ہو جاتا ہے۔ اس ماہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ ہمیں اچھا سوچنا اور اچھا کرنا چاہیے۔" سونو نے وعدہ کیا دادا جان سے کہ وہ اب ایسا کچھ نہیں کرے گا' جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ وعدہ کرنا تو آسان تھا مگر نبھانا اس کے لیے بہت مشکل تھا۔

چند روز تو اچھے گزرے۔ وہ دادا جان کے ساتھ نماز پڑھنے مسجد جاتا' روزہ افطار کی دعا بھی پڑھتا' اپنے اسکول کا کام بھی وقت پر کرتا اور اب بہت دن بھی ہو گئے تھے' گھر میں لڑائی نہیں ہوئی تھی۔

ایک دن وہ اٹھا اور فرقان کے بیگ کے پاس پینسل بکس جو رکھا دیکھا' وہ اسے بہت اچھا لگا۔ اس نے اٹھا کر چھپا دیا اور بیڈ پر جا کر سونے لگا' مگر یہ کیا! ہر کروٹ پر اسے دادا جان کی بات یاد آرہی تھی "یہ رمضان کا مہینہ ہے' جب ہم اچھا کام کرتے ہیں تو اس کا دگنا ثواب ملتا ہے اور اگر برا کام کرتے ہیں تو اس کا عذاب دگنا ہو جاتا ہے۔"

اس بات کے الجھاؤ نے اسے سونے نہیں دیا۔ وہ اٹھا اور پینسل بکس واپس اسی جگہ پر رکھ دیا۔ اسی طرح اس روز فرقان کی کسی بات پر اسے غصہ آیا اور اس کے منہ سے پاگل' گدھا نکلنے ہی والا تھا کہ اسے دادا جان کی بات یاد آگئی: "یہ زبان گواہی دے گی اے اللہ! تیرے اس بندے نے مجھے دوسروں کو برا بھلا کہنے کے لیے استعمال کیا۔" اس نے دانتوں تلے زبان دبائی۔

رمضان گزر گیا۔ رفتہ رفتہ سونو میں بھی اچھی تبدیلیاں آگئیں۔ اب وہ نہ زبان دراز تھا اور نہ فرقان کی چیزیں چھپا رہا تھا۔ وہ دونوں بھائی اچھے دوست بن چکے تھے اور سونو کا یہ رمضان بہت اچھا گزرا تھا۔

تو اللہ پاک اپنا حکم ماننے کی وجہ سے ساری دنیا کو اس کا حکم ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ماں جی نے کہا ہے کہ جب تم ساری سن لو تو پھر میں اور دوں گی۔" ریحان نے کتاب کا نام بتاتے ہوئے کتاب طارق کو اپنے بیگ سے نکال کر دی۔ طارق نے خوشی خوشی کتاب اپنے بیگ میں رکھ لی۔ تھوڑی دیر بعد ٹیچر کلاس روم میں آئیں اور سب بچے پڑھائی میں مصروف ہو گئے' پھر اچانک ایک طرف سے کسی کے رونے کی آواز آنے لگی۔ ٹیچر نے دیکھا کہ سکندر اپنا پیٹ پکڑ کر رو رہا تھا۔ جب ٹیچر نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو تو اس نے کہا کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ میں ناشتہ کرنے بیٹھا ہی تھا کہ اسکول کی وین آگئی اور میں جلدی جلدی میں اپنا لنچ بکس بھی اٹھانا بھول گیا۔" سکندر نے روتے روتے بتایا تو ریحان نے اپنا لنچ بکس نکال کر سکندر کی طرف بڑھا دیا۔ ٹیچر نے ریحان کو شاباشی دی اور سکندر نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ طارق یہ سب دیکھ کر حیران تھا اور اس نے ریحان سے پوچھا کہ اس نے اپنا ناشتہ اسے کیوں دیا اور جب اسے بھوک لگے گی تو وہ کیا کھائے گا؟ ریحان نے جواب دیا کہ میری ماں جی کہتی ہیں کہ جب تک وہ چیز تم اللہ کے لیے خرچ نہ کرو جو بہت قیمتی ہے تو تم صحابہ کرامؓ جیسا نہیں بن سکتے۔"

"یعنی بڑا آدمی نہیں بن سکتے؟" طارق نے پوچھا تو ریحان نے ہاں کہا۔ پیارے بچو! یہ بات طارق کے دل میں بیٹھ گئی۔ جب شام کو وہ اپنے لان میں کھیل رہا تھا تو ان کے دروازے پر ایک سوالی آیا تو طارق نے اپنی پاکٹ منی اس کو دے دی' یہ سوچ کر کہ اب وہ بھی جو اپنے پاس ہے' وہ اللہ کے لیے خرچ کرے گا اور اللہ کے ہاں بڑا آدمی بنے گا یعنی صحابہ کرامؓ جیسا۔

پیارے بچو! کیا آپ بھی روزانہ رات کو آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کے روشن واقعات سنتے ہیں؟ کیا آپ بھی ریحان اور طارق کی طرح دنیا اور آخرت کے بڑے آدمی بننا چاہتے ہیں؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو ابھی اپنی ماں جی سے لاڈ کے ساتھ فرمائش کریں کہ وہ بھی آپ کو ریحان کی ماں جی کی طرح روزانہ رات کو سیرت النبی ﷺ اور حیات الصحابہ سنایا کریں' تاکہ آپ بھی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا بن سکیں۔

Golden Foods
63

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا اِلٰی رَمَضَانَ

اے اللہ! رجب اور شعبان میں ہمیں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان المبارک تک پہنچا۔

زینت بیگم نے شعبان کا چاند دیکھ کر با آواز بلند دعا مانگی۔ عائشہ، عفراء اور فروا نے آمین کہا۔ اتنے میں انصر بھی مغرب کی نماز پڑھ کر آگیا۔ اب زینت بیگم بچوں کو لے کر چٹائی پر بیٹھ گئیں اور ان کو رمضان سے پہلے اعمال کی بڑھوتری کی ترغیب دینے لگیں: ”میرے پیارے بچو! رمضان کی آمد آمد ہے اور اس کی تیاری اور استقبال کے لئے ہمیں اس بار بھرپور تیاری کرنی ہے۔ جنت کے محلات، باغات اور حوروں کا حصول زیادہ سے زیادہ کرنا ہے۔“

”انشاء اللہ تعالیٰ! امی جان...“ سب بچوں نے یک زباں عزم کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔“ اسی طرح ایک روایت ہے کہ: ”جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں، جس سے ایسی دل آویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پس خوش نما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا، تاکہ حق تعالیٰ اس کو ہم سے جوڑ دیں۔ پھر وہی حوریں جنت کے دربان رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے، جنت کے دروازے محمد ﷺ کی امت کے لیے آج کھول دیے گئے ہیں۔“

تو پیارے بچو! ان خوشبوؤں، محلّوں اور حوروں کو پانے کے لیے ہمیں رمضان سے پہلے سے ہی فرضوں میں یک سوئی، نوافل اور تلاوت میں بڑھوتری، فضول باتوں اور بے ہودہ کاموں سے پرہیز کی عادت اپنانے کی کوشش شروع کر دینی ہے، تاکہ رمضان کی چاند رات کو ہم اس کا استقبال کرنے کو پوری طرح تیار ہوں۔

”انصر بیٹا! آج انشاء اللہ! رمضان المبارک کی چاند رات ہو جائے گی۔ آپ اپنا اسکول کا ہوم ورک مغرب سے پہلے ہی مکمل کر لینا، اور مغرب کے بعد رات کا کھانا کھا

لینا، کیوں کہ عِشاء کے ساتھ تراویح بھی پڑھنی ہیں۔“ زینت بیگم نے انصر سے کہا۔

”جی امی جان! مجھے علم ہے اور میں نے آج کا ہوم ورک اسی حساب سے ترتیب دیا ہے۔“

”شاباش بیٹا! تراویح ہمارے آقا نبی کریم ﷺ کی بہترین سنت ہے اور ساتھ ہی پورے قرآن کا سننا بھی ہے اور سب سے بڑھ کر تراویح میں روزانہ ربِّ کریم کے قرب کے چالیس سجدے بھی اس ماہ کا تحفہ ہیں۔“

”انشاء اللہ امی! میں اس ماہ کو بہترین طریقے سے گزارنے اور پانے کی کوشش کروں گا، آپ میرے حق میں دعا کیجیے گا۔“ انصر نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

”ضرور بیٹا! میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔“ زینت بیگم نے شفقت سے جواب دیا۔

”عائشہ بیٹا! دستر خوان پر چند کھجوریں بھی پیالی میں رکھ لیجیے۔“ زینت بیگم نے عائشہ سے کہا۔ ”امی سحری میں کھجور؟“

”جی بیٹا! یہ بھی میرے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ سحری کھانے میں کھجور کھانا ایک مستقل سنت ہے۔ اس کے علاوہ جو میسر ہو یا کھانا چاہے، کھائے۔ اس کے علاوہ رات کے آخری پہر میں اٹھ کر کھانا کھانا ہی سحری کا ثواب دلاتا ہے۔ پھر ویسے بھی یہ بڑی قبولیت کا وقت ہے۔ تہجد اور تلاوت کے مزے الگ اور سحری کا ثواب الگ! کتنے پیارے ہیں ہمارے رب کریم!!!“ ”بے شک...“ تمام افراد نے تشکرانہ لہجے میں کہا۔

فروا اور عفرا نے یکم رمضان سے قرآن کریم کی تلاوت اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کا ”آسان ترجمہ قرآن“ عائشہ آپی کے پاس پڑھنا شروع کیا، اسی طرح دوپہر کو ڈیڑھ گھنٹہ وہ تینوں خود بھی یک سوئی سے پڑھتیں۔ امی بھی جلدی جلدی اپنے کام نمٹا کر ان کے ساتھ ہو لیتیں اور اب تو انصر کو بھی اس نورانی محفل میں مزہ آنے لگا تھا۔ بے شک رمضان کریم اور قرآن کریم ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ: ”روزہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے یہ شفاعت کرے گا کہ اے اللہ! اس بندے کو اپنی رضا عطا فرما دیجیے اور قرآن مجید بھی شفاعت کرے گا کہ اے اللہ! یہ بندہ میری تلاوت کرتا تھا، اس لیے اس عذاب کو ہٹا لیجیے، اور اس کو جنت عطا فرما دیجیے۔“

زینت بیگم نے عصر سے پہلے ہی عائشہ کے ساتھ افطاری کی تیاری شروع کر دی، تاکہ عصر کے بعد کے معمولات پُر سکون ہو کر کیے جائیں، ویسے بھی وہ رمضان میں سادہ کھانے بناتیں، زیادہ پھل اور میٹھے کا اہتمام کرتیں۔ چھولے چاٹ، پکوڑے کم کم ہی بناتیں، روزانہ کئی کئی ڈشیں بنانے میں وقت، مال اور صحت تینوں چیزیں برباد ہوتی ہیں اور اتنے قیمتی ماہ میں ان تینوں چیزوں کو بچا کر بہترین نیکیوں میں استعمال کرنا ہی رمضان کا بہتر استعمال ہے۔ ویسے بھی کھجور (چھوارے) سے افطار کرنا سنت ہے، اس کے ساتھ ہی کوئی دودھ والی شے جیسے لسّی وغیرہ پی لینا بہتر ہے۔

فروا اور عفراء مغرب سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی دستر خوان سجانے لگیں۔ ”ارے تم لوگوں کو بڑی جلدی ہے افطاری کی۔“ فارینہ جو کہ ان کی سہیلی اور پڑوسن تھی، کہنے لگی۔ ”نہیں فارینہ! دراصل افطاری سے پہلے کا وقت بڑا ہی قیمتی اور افضل ہوتا ہے۔ اس وقت مانگی گئی دعاؤں پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور اللہ پاک اس وقت ڈھیروں لوگوں کی مغفرت کے فیصلے فرماتا ہے۔ امی کہتی ہیں: اس وقت ”یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ“ کثرت سے وردِ زبان رکھنا چاہیے۔ بڑا ہی قیمتی ذکر ہے۔“ عفرا نے فارینہ کو تفصیل سے سمجھایا۔ ”فارینہ بیٹا! آج آپ افطاری ہمارے ساتھ کرو۔“ زینت بیگم نے فارینہ کو افطاری کی دعوت دی۔

زینت بیگم اور عائشہ نے پھل اور مشروب دیے، جن کو عفرا اور فروا نے دستر خوان پر سجا دیا۔ پھر تمام افراد وضو کر کے دستر خوان کے گرد بیٹھ گئے، زینت بیگم نے دستر خوان پر فضائلِ رمضان میں سے تعلیم کی، پھر کچھ اجتماعی اور کچھ انفرادی دعائیں مانگیں کہ بہت دور سے اذان کی آواز محسوس ہوئی، جس پر فارینہ نے فوراً مشروب کا گھونٹ بھر لیا۔ ”ارے فارینہ بیٹا! اس قدر جلدی بھی نہ کرو، غروب آفتاب کے بعد بلا تاخیر افطار کرنا سنت بھی ہے اور باعث خیر و برکت بھی، مگر افطار میں اتنی جلدی بھی نہ ہو کہ غروب سے پہلے ہی افطار ہو جائے۔ ایسی صورت میں روزہ ضائع ہونے کا ڈر ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے جلدی میں دعا بھی نہیں پڑھی، عفرا دعا پڑھوایئے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ“ (ابو داؤد)

اس کے ساتھ ہی کھجور یا چھوارے سے افطار کرنا سنت ہے، جب کہ آپ نے مشروب کا گھونٹ لے لیا۔

”جزاکِ اللہ آنٹی! مجھے تو افطاری کی سنتوں کا پتا ہی نہیں تھا۔“ ”اچھا فروا اب افطاری کے بعد کی دعا پڑھوایئے۔“

ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (ابو داؤد) ”پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور انشاء اللہ اجر ثابت ہو گیا“۔

یہ دعا تو میں نے پہلی دفعہ پڑھی اور سنی ہے۔ فارینہ حیرانی سے بولی۔ ”بیٹا! یہ دعا عام طور سے افطاری کے بعد مزید کھانے پینے کی خواہش میں لوگ پڑھنا ہی بھول

جاتے ہیں، ویسے آپ کے ذمے تو ایک اور دعا بھی بنتی ہے۔" زینت بیگم بولیں۔ "وہ کونسی؟" فارینہ استفہامیہ لہجے میں بولی۔

"دیکھیں بیٹا! حدیث کا مفہوم ہے کہ: کسی روزہ دار کو افطار کرانے کا بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے، جتنا روزہ دار کو روزہ رکھنے کا ملتا ہے اور کھانا کھلانے میں ثواب اس سے زیادہ ہے، اس پر حوضِ کوثر سے پانی پلانے اور جنت میں داخل ہونے کا وعدہ ہے۔ اب آپ نے چوں کہ ہمارے ہاں افطار کیا، اس لیے آپ کو یہ دعا پڑھ کر میزبان کو دعا دینی چاہیے۔ دعا عائشہ آپی آپ کو پڑھائیں گی۔"

"اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامُكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَآئِكَةُ" (ابن ماجہ)

"تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں اور نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں۔"

"یہ تو میری یادگار افطاری ہو گئی، جزاکِ اللہ آپی! اتنی اچھی اور پیاری دعائیں اور سنتیں اب میں اپنے گھر والوں کو بھی سکھاؤں گی۔ انشاء اللہ!"

سوال نمبر 1...رمضان کے چار اعمال کیا ہیں؟

سوال نمبر 2...رمضان المبارک میں ایک نیکی کا سوال کتنے درجے تک بڑھ جاتا ہے؟

سوال نمبر 3...وہ کون سا عمل ہے، جس کا ثواب اور بدلہ اللہ تعالیٰ خود مرحمت فرماتے ہیں؟

سوال نمبر 4...عائشہ نے تیسرا محل بنانے کا طریقہ کیا بتایا تھا؟

سوال نمبر 5...ہجرت کے وقت آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کس صحابی کے گھر قیام کیا؟

سوال نمبر 6...امام مسروق کی بیٹی عائشہ نے اُن کو روزے میں بے ہوشی کی حالت دیکھ کر پانی پینے کا کہا تو انھوں نے کیا جواب دیا؟

بے زبان کو جب وہ زبان دیتا ہے
پڑھنے کو وہ پھر قرآن دیتا ہے
بخشش پہ آ جائے جب وہ امت کی
تحفے میں پھر وہ رمضان دیتا ہے

پیارے پیارے بچو! ماہنامہ فہمِ دین کی پوری ٹیم کی جانب سے آپ سب کو رمضان کی پیشگی مبارک قبول ہو۔

جی بچو! آپ کے لیے پچھلے ماہ شروع کیے گئے سلسلے کو برقرار رکھتے ہوئے اس ماہ اسے مزید دل چسپ بنایا گیا ہے، اس میں رمضان المبارک سے متعلق سوالات شامل ہوں گے،

اور...اور...بتادیں...؟ چلیں بتا دیتے ہیں

اس ماہ ایک فن پاروں کا مقابلہ بھی رکھ رہے ہیں،

جی ہاں اور مقابلے میں اوّل، دوم اور سوئم آنے والے بچوں کو انعامات بھی دیے جائیں گے۔

ہے ناں دل چسپ بات...؟

تو بچو! پھر آپ جلدی سے اپنے ننھے منے پیارے پیارے ہاتھوں سے عید کارڈ بنائیے اور جلد از جلد ہمیں ارسال کریں۔

پیارے بچو! روزے تو آپ سب رکھیں گے ہی ان شاء اللہ!
لیکن اس کے ساتھ روزے کی حفاظت بھی کرنی ہے۔ پتا ہے، وہ کیسے؟
اپنے اعمال کے ذریعے!...اپنے اخلاق کے ذریعے!...
اسکول، مدرسہ یا گھر میں کسی دوست، بہن یا بھائی کی کوئی بات بری لگے تو اسے جواب دینے کے بجائے معاف کر دینا ہے اور پھر...اس کی برائی اس کے پیچھے بھی کسی سے نہیں کرنی۔
والدین اور استاد کا کہنا تو مانتے ہی ہیں...اُن کی خدمت بھی خوب کرنی ہے۔
رمضان اللہ کی رحمتوں کو لوٹنے کا مہینہ ہے، ہر لمحہ قیمتی ہے، کسی بھی لمحے کو عبادت سے خالی نہیں چھوڑنا!
تو پھر کرتے ہیں ناں سب بچے وعدہ...پکا وعدہ؟

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہو گا۔
اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

Burger Shack 67

موسمِ گرما اور ماہِ صیام

اثر جون پوری

یوں برائے عبد از رب الانام
حکم آیا از سحر تا وقتِ شام
تم پہ شرب و اکل ہے قطعاً حرام
کر دو ساری خواہشوں کا قتلِ عام
موسمِ گرما ہے اور ماہِ صیام

آج پھر اہلِ زمیں سے آسماں
لے رہا ہے عاشقی کا امتحاں
کس کے دل میں عشق ہے کتنا نہاں
کون سر آنکھوں پہ رکھتا ہے پیام
موسمِ گرما ہے اور ماہِ صیام

جسم و جاں ہیں تشنگی سے مضحل
اس پہ یہ بہتا پسینہ مستقل
نور سے بھرپور لیکن باغِ دل
ظلمتِ عصیاں کا یکسر اختتام
موسمِ گرما ہے اور ماہِ صیام

گرم لُو ہے، بھوک ہے اور پیاس ہے
الفتِ مولیٰ میں سب کچھ راس ہے
راحتِ خلدِ بریں کی باس ہے
بٹ رہے ہیں زہد اور تقویٰ کے جام
موسمِ گرما ہے اور ماہِ صیام

اک طرف حکمِ ریاضت کرتے ہیں
دوسری جانب اعانت کرتے ہیں
اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں
جانبِ حق سے ہے سارا انتظام
موسمِ گرما ہے اور ماہِ صیام

رمضان المبارک

دیکھیے رحمت مرے رحمان کی
آ گئیں پھر رونقیں رمضان کی

یہ مہینہ ہے بڑے انوار کا
لطف ہے اس میں سحر افطار کا

واہ! کیا رمضان کا فیضان ہے
سج گیا ہر ایک دستر خوان ہے

ہاں تراویحوں میں محنت ہے ضرور
ایسی محنت میں بھی لذت ہے ضرور

اس میں دیکھو قدر کی اِک رات ہے
اس مبارک رات کی کیا بات ہے

اس میں غیبت سے بھی بچنا چاہیے
ہاں زباں کو پاک رکھنا چاہیے

آؤ سب ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیں
نیکیوں میں دوسروں کا ساتھ دیں

جھوٹ سے، غصے سے، نفرت سے بچو
دور تم ہر اِک برائی سے رہو

یاد رکھو مومنو! رب کا اصول
مقصدِ روزہ ہے تقویٰ کا حصول

ہم پہ کیفیت یہی طاری رہے
یہ سماں اس طور ہی جاری رہے

عید کا دِن خوب ہی ذی شان ہے
یہ مسلمان کی اِک پہچان ہے

ارسلاںؔ ہوگا وہی بس کام یاب
جو کرے گا خود ہی اپنا احتساب

ارسلان اللہ خان

لباسِ تقویٰ

بُتوں سے راہ جُدا ہو تو بات بنتی ہے
خدا سے اتنی حیا ہو، تو بات بنتی ہے

قدم قدم پہ بُتوں کا ہو سامنا لیکن
نفَس نفَس میں خدا ہو، تو بات بنتی ہے

ہماری سانس نہ غفلت میں ایک بھی گزرے
یہ فکر صبح و مسا ہو، تو بات بنتی ہے

بفضلِ خالقِ گلشن، بفیضِ رشکِ صبا
ہَوائے نفس ہَوا ہو، تو بات بنتی ہے

نہ ایک تار بھی ٹوٹے لباسِ تقویٰ کا
وہ اہتمامِ قبا ہو، تو بات بنتی ہے

بھلا خوشی کے اندھیروں میں کیا نظر آئے
جو اُن کے غم کی ضیا ہو، تو بات بنتی ہے

خالد اقبال تائب

خواهش

ہوں خواہشیں محدود تو ایذاء نہیں ہوتی
ارماں جو ہوں کم تو زَر کی تمنا نہیں ہوتی

قانع کو کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی
مومن پہ مسلط کبھی دنیا نہیں ہوتی

سلطاں بھی جو ہو صاحبِ حاجت تو گدا ہے
جس کو کوئی حاجت ہی نہیں وہ تو خدا ہے

جوش ملیح آبادی

گلدستہ

حمد باری تعالیٰ

خلوص دل سے ہوتا ہے جو شیدا اے خدا! تیرا
اسی پر باب الطاف کرم ہوتا ہے وا تیرا
بیاں کرتی ہے ہر جانب شرف باد صبا تیرا
فسانہ چھیڑتا ہے بلبل رنگیں نوا تیرا
سہارا ہے اگر مجھ کو تو بس تیرا سہارا ہے
اگر ہے آسرا تو بس الٰہی آسرا تیرا
ہے تو ہی غم گسار انس و جاں، تو ہے کرم گستر
تسلی بخش ہے سب کے لیے وصف عطا تیرا
تجھ سے دوری میں بھی کیف حضوری ہو گیا حاصل
رہا جس کو ملی تیری کرم جس پر ہوا تیرا
تو ہی خالق تو ہی مالک تو ہی قادر تو ہی حاکم
کسی ذرے کا بھی مالک نہیں ہے ماسوا تیرا
تیری رحمت بہانہ مغفرت کا خود ہی ڈھونڈے گی
عجب انداز ہوگا عفو کا روز جزا تیرا
تو ہی محبوب ہے، مطلوب ہے، مقصود ہے یارب!
ترا ہی تجھ سے طالب ہے نعیم بے نوا تیرا

احساسِ بندگی

اللہ میاں نے جب فرمایا کہ یہ میرا مہینہ ہے تو معلوم ہوا کہ یہیں سے شفقت کا معاملہ شروع ہوا اب تمہارے پاک وصاف ہو جانے کا موقع عطا فرمایا جارہا ہے اس لیے کہ ناپاکی کے ساتھ نہ اللہ میاں سے تعلق ہو سکتا ہے اور نہ ان کے احسانات کا ادراک ہو سکتا ہے۔ تمہارے ہی نفع کے لیے اللہ میاں نے ذرا تیور بدل کر فرمایا کہ دیکھو اگر تم نے اس ماہ میں اپنے گناہ معاف نہ کروالیے تو برباد ہو جاؤ گے۔ تباہ ہو جاؤ گے اللہ میاں کا یہ تیور کام آگیا۔ بندے ڈر گئے اور لالچ میں بھی آگئے اور عرض کرنے لگے یااللہ ہماری ساری زندگی کے گناہ معاف فرما دیجیے۔ ہم نہ جانے کہاں کہاں خوش رہے اور نہ جانے کتنی لغزشوں اور معصیتوں میں اپنے دن گزار لیے ہم نے شرافت کے احساسات مٹالیے اور اپنا احساس بندگی کھو بیٹھے لیکن اب جب کہ ندامت کا احساس ہوا تو توبہ استغفار کی توفیق ہوئی۔ چوں کہ ندامت اور خلوص دل سے توبہ کرلی تو اللہ میاں نے اپنے وعدے کے مطابق معاف فرمادیا۔ اب قلب صاف ہو گیا اور ہم متقی اور پرہیز گار ہو گئے۔

(از خطبات مدنی ص ۳۵)

تہجد کے وقت اللہ کی طرف سے نداء

تہجد کے وقت اللہ کی طرف سے نداء
ہی نور کے تڑکے میں جس وقت اٹھا ہو کر
اللہ کی رحمت کے دروازے کھلے پائے
آتی تھی صدا پیہم جو مانگنے والا ہو
ہاتھ اپنے عقیدت سے آگے میرے پھیلائے
جو رزق کا طالب ہو، میں رزق اسے دوں گا
جو طالب جنت ہو، جنت کی طلب لائے
جس جس کو گناہوں سے بخشش کی تمنا ہو
وہ اپنے گناہوں کی کثرت سے نہ گھبرائے
وہ مائل توبہ ہو، میں مائل بخشش ہوں
میں رحم سے بخشوں گا، وہ شرم سے پچھتائے
یہ سن کے ہوئے جاری آنکھوں سے میری آنسو
قسمت ہے محبت میں رونا جسے آ جائے
آقا یہ گدا اپنا سائل ہوں تیرے در پر
میں اور تو کیا مانگوں تو ہی مجھے مل جائے

حاصلِ تصوّف

"وہ ذرا سی بات جو تصوف کا حاصل ہے، وہ یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی ہو، سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا ہو، تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے۔ جس کو یہ بات حاصل ہو گئی اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں، کیوں کہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے۔"

(حکیم الامت تھانوی)

اکابر کا قرآن کا معمول

ہمارے امام ابو حنیفہؒ رمضان المبارک میں **61** قرآن پڑھتے تھے ایک قرآن دن کا ایک رات کا اور ایک تراویح کا اور یہی معمول امام شافعیؒ سے نقل کیا گیا ہے اور یہی معمول امام بخاریؒ سے منقول ہے سالہا سال تک یہی معمول ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ (شیخ الحدیث حضرت زکریا) کا تھا لیکن **61** نہیں بلکہ **30** قرآن کا۔ ایک قرآن روزانہ۔ اور یہ معمول تو بہت سے اکابر کا رہا ہے کہ رمضان میں روزانہ کا ایک قرآن۔

میرے بھائی قیامت کے دن تمہارے درجے اسی سے متعین ہوں گے۔ جن کے اندر جو محبت چھپی ہوئی ہے۔ وہ چھپی ہوئی ہے۔ اس کا تو کسی کو پتا چلتا نہیں لیکن کتنی طاقتور محبت ہے۔ کتنے درجے کی محبت ہے۔ بھائی اس کا اندازہ تو ان کے اعمال سے ہو گا۔ یوں کسی کو تعلق نہ ہو اور کہے کہ کوئی پہچان نہیں ہوتا وہ تو دل میں چھپی ہوئی ہوتی ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس محبت کا مظاہرہ کیسے ہوتا ہے۔

(اصلاحی مواعظ۔ مولانا یوسف لدھیانوی ص **189** جلد اول)

خانہ کعبہ کی افطاری

خانہ کعبہ میں افطاری کے لیے بچھائے جانے والے دستر خوان کی لمبائی **12** کلومیٹر طویل ہوتی ہے اور اس دستر خوان کو طواف کرنے کی جگہ بچھایا جاتا ہے اور اس پر **12** لاکھ روزہ دار ماہ رمضان المبارک میں روزانہ اپنا روزہ کھولتے ہیں۔ یعنی افطاری کرتے ہیں۔ اس افطاری پر روزانہ **10** لاکھ سعودی ریال خرچ کیے جاتے ہیں اور یہ دنیا کی سب سے بڑی افطاری ہوتی ہے جو کہ صرف اور صرف **10** منٹ میں سمیٹ لی جاتی ہے اور فرش کو دھو کر صاف ستھرا کر دیا جاتا ہے۔ اس افطاری پر روزانہ **50** لاکھ کھجوریں کھانے کے لیے اور تقریباً **20** لاکھ کے قریب آب زم زم کی بوتلیں پینے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ سبحان اللہ!

آپ کے اشعار

غریب شہر کے بچوں کا نام تھا اُن پر
امیر شہر نے کوڑے پہ جتنے پھل پھینکے
کہاں لوگوں کا روزہ بھی کھل کیا آخر
کسی رئیس نے گلیوں میں اتنے پھل پھینکے
انتخاب: ام محمد، ملتان

آرزو کافی نہیں منزل کو پانے کے لیے
جستجو بھی چاہیے طوفاں پہ چھانے کے لیے
انتخاب: کاشف، ساہیوال

نئی صبح پر نظر ہے، مگر آہ! یہ بھی ڈر ہے
یہ سحر بھی رفتہ رفتہ کہیں شام تک نہ پہنچے
انتخاب: محمد اقبال، کراچی

جس خواب میں ہو جائے دیدار مصطفیٰ حاصل
اے رب! کبھی ہم کو بھی وہ نیند سلا دے
انتخاب: محمد عرفان، کراچی

ہم کون تھے کیا ہیں؟ بخدا یاد نہیں
اپنے اسلاف کی کوئی بھی ادا یاد نہیں
انتخاب: محمد علی، کراچی

معتکف کے لیے مستحب امور

اعتکاف میں بیٹھنے والے کے لیے درج ذیل امور مستحب ہیں:

1... لایعنی باتوں (فضول باتوں) سے اپنے آپ کو بچائے اور زبان سے صرف کلمہ خیر نکالے۔

2... قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرے۔

3... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، حضرات انبیاء کرامؑ کے پاکیزہ حالات اور سلف صالحین واقعات و ملفوظات کا مطالعہ کرے۔

4... اعتکاف کے دوران مسائل دینیہ سیکھنے پر خصوصی توجہ دے۔

5... علاوہ ازیں نفل اور تہجد کی حتی الامکان پابندی کرے۔

6... تمام اذکار مسنونہ پابندی سے پڑھے۔

7... درود شریف، کلمہ طیبہ اور استغفار کثرت سے پڑھے۔

8... شب قدر کی پانچوں راتوں میں کمل یہ توجہ دے اور انہیں مختلف عبادات میں بسر کرے۔

9... جہاں اپنے لیے دعا کرے وہاں اپنے والدین، اعزہ و اقارب ملک و ملت بلکہ پوری امت کے حق میں بھی دعا کرے۔

10... شب قدر کی راتوں میں یہ دعا اہتمام اور توجہ سے کرے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي"

ترجمہ: اے اللہ! بے شک آپ معاف فرمانے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں پس مجھے بھی معاف کر دیجیے۔ (ترمذی)

مرسلہ: بنت عبد الوحید

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

مئی 2016ء مطابق شعبان المعظم 1437ھ

جامعہ بیت السلام میں پہلی بار طلبہ کے مابین خطاطی کا مقابلہ، 22 طلبہ کے 27 فن پارے آرٹ گیلری میں رکھے گئے

دیگر بڑے اداروں کے تین ماہر خطاط سمیت 600 شائقین آرٹ گیلری دیکھنے آئے، 100 زائرین نے تاثرات ڈائری میں اپنی آرا کا اظہار کیا

یہ فن پارے خطِ نسخ بطرزِ ترکی اور خطِ نستعلیق بطرزِ ایرانی میں لکھے گئے ہیں: خطاط مولانا ذوالفقار، طلبہ کو ذرا سی رہنمائی بہت آگے تک لے جاتی ہے: رئیس الجامعہ

کراچی (نمائندہ خصوصی) جامعہ بیت السلام کراچی طلبہ کرام کو پوشیدہ صلاحیتوں والا خزانہ سمجھتا ہے اور اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اُن کی بھرپور طریقے سے رہ نمائی کے ذریعے اُن کی صلاحیتوں کو نکھار کر انہیں ملک وملت کے لیے قیمتی ہیرا اور کارگر سکہ بنا دے۔ چناں چہ جامعہ میں درسِ نظامی، میٹرک، اولیول اور عربی لینگویج کی معیاری تدریس کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی ہم نصابی سرگرمیوں کا بھی اپنے طلبہ کے لیے پورے سال انعقاد کرتا رہتا ہے، انھی سرگرمیوں میں سے ایک خوب صورت پیرائے میں اپنی تحریر لکھنے کے لیے "فنِ خطاطی" ہے۔ جامعہ نے اس سلسلے میں ایک معروف خطاط مولانا ذوالفقار صاحب کی خدمات حاصل کیں اور جامعہ کے ابتدائی تعلیمی درجات (شعبہ حفظ، میٹرک اور عربی لینگویج) کے طلبہ کرام میں اس فن کو بھرپور انداز میں اجاگر کرنے کی ذمہ داری انہیں سونپی۔ وہ ہر روز انتہائی محنت سے ابتدائی درجات کی تمام جماعتوں میں ایک ایک گھنٹہ خطاطی کا سبق پڑھاتے تھے۔ پھر ایک سال کے قلیل عرصے میں ہی وہ طلبہ خطاطی میں کافی ماہر ہوگئے اور اُن کے استادِ محترم نے اپنے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک "نمائشِ خطاطی" کا انعقاد کیا، جس میں 22 ننھے منے مگر ماہر طلبہ کرام کے 27 فن پارے نمائش کے لیے رکھے گئے۔ اور ان فن پاروں میں خطاط طلبہ کرام کے نام لکھنے کے بجائے اُن طلبہ کرام کو ان فن پاروں کے ساتھ کھڑا کیا گیا، تاکہ وہ معزز مہمانانِ گرامی کی فن پارے دیکھنے میں رہنمائی بھی کر سکیں اور اُن کی بھرپور طریقے سے حوصلہ افزائی بھی ہو سکے۔ زیادہ تر فن پارے قرآنی آیات پر مشتمل تھے، جن میں سے دو فن پاروں میں سورہ واقعہ اور سورہ ن والقلم مکمل لکھی ہوئی تھی۔

نمائش کا آغاز نمازِ مغرب کے بعد ہوا۔ ابتدا میں جامعہ کے ناظمِ اعلیٰ مفتی محمد نعمان دامت برکاتہم نے "خط" کی اہمیت پر روشنی ڈالی، پھر ناظمِ تعلیمات مفتی محمد توحید دامت برکاتہم نے فیتہ کاٹ کر اس نمائش کا باقاعدہ آغاز کیا۔ ماہر خطاط جناب مولانا ذوالفقار صاحب نے آنے والے معزز مہمانانِ گرامی اور اساتذہ کرام کو نمائش میں رکھے گئے فن پاروں اور اس کے ساتھ کھڑے خطاط طلبہ کرام کا تعارف کروایا، جنہیں دیکھ کر اساتذہ کرام بہت لطف اندوز ہوئے اور مہمانانِ گرامی نے بچوں کے کام کو بہت سراہا۔ اساتذہ اور مہمانوں کو دِکھانے کے کچھ ہی دیر بعد یہ نمائش عام زائرین کے لیے کھول دی گئی، جوق در جوق زائرین اس نمائش کو دیکھنے کے لیے آتے رہے۔ یہ نمائش دوسرے دِن تک جاری رہے۔ اندازہ ہے کہ تقریباً 600 زائرین نے اس نمائش میں شرکت کی اور طلبہ کے کام کو سراہا۔ طلبہ کے استاد جناب ذوالفقار صاحب نے یہ بھی بتایا کہ بعض فن پارے تو خطِ نسخ بطرزِ ترکی میں لکھے گئے ہیں، جب کہ بعض خطِ نستعلیق بطرزِ ایرانی میں۔ حضرت رئیس الجامعہ نے بھی اِن فن پاروں کو دیکھ کر دِلی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اِن بچوں کو ذرا سی رہنمائی بہت آگے تک لے جاتی ہے۔

ناقد و مبصر ایرانی نستعلیق
جناب مسعود الرحمان کے تاثرات

اگر یہی محنت رہی تو ان شاء اللہ یہ فن اپنی آب و تاب کے ساتھ ہماری نسلوں میں بھی برقرار رہے گا۔ مجھے چھوٹے چھوٹے بچوں کی محنت نے بہت حیران کیا ہے۔

استاد جامعہ بیت العلم
مولانا عبدالرؤف کے تاثرات

بچوں کی لکھائیاں دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا' اللہ استاد کی محنت کو قبول فرمائے۔ اہل فن کا کہنا ہے کہ خطاطی کی نمائشوں سے یہ فن مزید فروغ پاتا ہے۔

جامعہ بیت السلام کراچی میں نظامِ تعلیم وتربیت کو بہتر بنانے اور اساتذہ کرام کی صلاحیتوں کو مزید نکھارنے کے لیے ماہِ رجب میں 21 محاضرات کا انعقاد

کراچی یونی ورسٹی کے شعبہ انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر اور زیتون پروجیکٹ کے مشیر جناب طیب زیدی نے ان محاضروں میں عناوین کے چناؤ، کتابوں کی فراہمی، محاضرہ کی پیشہ ورانہ اور عالمی مہارتوں سمیت ان محاضروں کی پیش کش تک تمام مراحل میں مُشرِف کے فرائض سرانجام دیے۔

"تعلیمی اور تربیتی زندگی میں پٹائی کی ضرورت کب اور کہاں تک؟" اور "طلبہ میں خوف: کب، کیوں اور کیسے؟" سمیت کئی فکری موضوعات پر محاضرات

جامعہ بیت السلام کراچی ہمیشہ سے ہی اپنے طلبہ کی صلاحیتوں کو نکھارنے اور انہیں معاشرے کا کام یاب فرد بنانے کے حوالے سے فکر مند رہتا ہے۔ اسی فکر مندی کی ایک کڑی جامعہ بیت السلام کے طلبہ کی تعلیمی اور تربیتی ترقی کے لیے اساتذہ کو فکر مند کرنا تھا، جس کے تحت ہر استاد نے اپنی دل چسپی کے پیشِ نظر اپنے لیے ایک فکری اور تربیتی موضوع تحقیق کرنے کے لیے چنا اور پھر مکمل بصیرت کے ساتھ اس موضوع پر دیگر تمام اساتذہ کے سامنے محاضرہ پیش کیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ تمام اساتذہ ایک متحدہ اور اتفاقی مشن کے ساتھ مل کر طلبہ کو ملک وملت کے لیے مفید بنانے کی کوشش کریں اور اگر اس موضوع سے کسی کو اختلافِ رائے ہو سکتا تھا تو محاضرے کے آخر میں سوال وجواب کی نشست سے اسے دور کیا گیا، تاکہ جامعہ بیت السلام میں اسے قابلِ عمل بنانے کے لیے ایک متفقہ فضا کو ہموار کیا جا سکے۔

واضح رہے کہ اِن محاضرات کا انعقاد جامعہ میں پہلی مرتبہ کیا گیا ہے اور ان کو پیشہ ورانہ طریقے سے کام یابی سے ہم کنار کرنے کے لیے کراچی یونی ورسٹی کے شعبہ انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر اور "زیتون پروجیکٹ" کے مشیر خاص جناب طیب زیدی کی خدمات حاصل کی گئیں، انہوں نے جامعہ میں اساتذہ کرام کو کئی ہفتوں تک ایک کام یاب محاضرے کی خصوصیات اور اسے پیش کرنے کے طریقوں پر ہفتہ واری لیکچرز بھی دیے اور اساتذہ کرام سے عملی سرگرمیاں بھی کروائیں، جس کے نتیجے میں تمام اساتذہ کرام نے پوری بصیرت کے ساتھ اپنے محاضرے تیار بھی کیے اور عمدہ انداز میں پیش بھی کیے۔ اس پورے عمل میں سامعین اساتذہ کرام کے لیے ایک ورقہ جانچ بھی تیار کیا، تاکہ وہ محاضرے کے حوالے سے اس میں اپنی قیمتی رائے درج کر سکیں۔ جو محاضرات پیش کیے گئے، ان میں سے چند ایک کے نام پیشِ خدمت ہیں: جامعہ کے ناظمِ اعلیٰ مفتی محمد نعمان صاحب کا موضوع تھا کہ جس اہم کام کو کرنے میں خوف محسوس ہو، اس کا حل یہی ہے کہ اس کام کو کر لیا جائے، وگرنہ وہ ایک دفعہ کا عمل جو خوف کی بنیاد پر ہے، وہ آپ کی عادت بن جائے گا اور یہ عادت آگے چل کر آپ کا مزاج تو پھر آپ کے مزاج کی بنیاد ہی خوف وڈر پر ہوگی۔ مفتی کلیم اللہ صاحب نے "تعلیمی اور تربیتی زندگی میں پٹائی کی ضرورت کب اور کہاں تک؟" کے موضوع پر گفتگو کی، جس میں انہوں نے "پٹائی کیوں اور کب؟"، "پٹائی کون کرے اور کہاں کرے" اور "پٹائی کی کیفیت اور مقدار" کے تین نکات پر سیر حاصل گفتگو کی۔ مولانا سعید الرحمان صاحب نے مثالی اسلامی طرزِ فکر اس وقت تک دِلوں کو متاثر نہیں کر سکتا، جب تک کہ استاد اسے اپنی زندگی میں نافذ نہ کرے" کے موضوع پر، مولانا گلاب سید صاحب نے طلبہ کی پوشیدہ صلاحیتوں کو پہچان کر اُن پر ایسی محنت کرنا کہ مستقبل میں دین کی خدمت کے لیے انہیں مختلف شعبوں میں بھیجنا یقینی بنایا جا سکے" کے موضوع پر، مولانا عبدالرحمان صاحب نے "کم زور طلبہ کی نگاہیں کسی رہنما استاد کی متلاشی" کے موضوع پر گفتگو کی۔ ایک اسکالر سے کسی نے پوچھا کہ بہترین استاد کون ہوتا ہے؟ تو جواب ملا: بہترین استاد وہ ہے جو طالب علم کو اس کے اندر پوشیدہ "بہترین" باہر نکال کر دے دے۔ مولانا فصیح اللہ نے "خود اعتمادی قائدانہ شخصیت کا حسن"، مولانا ذوالفقار نے "بچوں میں کوئی بھی شوق فکر مند والدین اور محنتی استاد ہی پیدا کر سکتے ہیں"، مفتی محمد توحید نے "طلبہ میں صفائی کا ذوق پیدا کرنے کے طریقے"، مولانا سلیمان نے "وقت کی لگام آپ کے ہاتھ میں ہے... مگر کیسے؟" کے موضوع پر گفتگو کی۔ اس کے علاوہ باقی اساتذہ کرام نے بھی اپنے اپنے علمی، تربیتی اور تحقیقی موضوعات پر عرق ریزی کے بعد سیر حاصل گفتگو کرنے کی کوشش کی۔

جامعہ بیت السلام اپنے اساتذہ کرام کو آئندہ ہر سال اس طرح کے فکری موضوعات پر محاضرہ پیش کرنے اور پھر اس کی روشنی میں اپنے نظامِ تعلیم وتربیت کو بہتر سے بہترین کی طرف لے جانے کا عزم رکھتا ہے۔ اللہ جامعہ کو اس کے اعلیٰ دینی مقاصد میں کام یاب فرمائے اور اس کے طلبہ کو پوری دنیا کے لیے مشعلِ راہ بنائے۔ آمین!

زیتون پروجیکٹ بیت السلام ویلفیرٹرسٹ کاایک نیا تعلیمی منصوبہ ، جس کا مقصد ایسا تعلیمی ادارے تیار کرنا ہے، جو معاشرے کو تخلیقی اور فکری ذہن فراہم کرے

”دنیابھرمیں اکیسویں صدی میں رائج تعلیمی نظام“، دورِ حاضر کے تعلیمی نظام ماضی کے تعلیمی نظاموں سے زیادہ مؤثراور ممتاز کیسے ؟“ کئی اہم موضوعات پرورکشاپس

”زیتون پروجیکٹ“ بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کا ایک تعلیمی منصوبہ ہے، جس کا مقصد ملک بھر میں افراد کی ایسی ٹیم تیار کرنا ہے، جو مدارس اور یونی ورسٹیوں کے اعلیٰ ذہنوں پر مشتمل ہو اور ملک و ملت کی تعلیمی ترقی کے لیے بے لوث ہو کر کوشش کریں۔ اسی سلسلے کی پہلی کڑی کے طور پر ”زیتون پروجیکٹ“ کے مشیر خاص، معروف ماہرِ تعلیم جناب ڈاکٹر محمد بابر نے 8 سے 10 گریجویٹ طلبہ کو کئی ورکشاپس کروائی ہیں، جو ہفتہ میں دو روز ہوتی تھیں، جس میں ”دنیا بھر میں اکیسویں صدی میں رائج تعلیمی نظام“ بھی زیرِ بحث لائے گئے اور ”دورِ حاضر کے تعلیمی نظام کیسے ماضی کے تعلیمی نظاموں سے زیادہ موئثر اور ممتاز؟“ پر بھی سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ اسی طرح ”دنیا میں رائج معیاری اسکول سسٹم“ پر بھی تربیتی نشستیں ہوئی اور ”دنیا بھر میں اسکولنگ سسٹم کو جانچنے کے معیارات کیا ہیں؟“ اسے بھی تنقید کی بھٹی سے گزارا گیا۔ شرکا کا خیال تھا کہ موجودہ اسکول سسٹم معاشرے کو وہ نتائج فراہم کرنے میں ناکام رہے ہیں، جو معاشرے کی ضرورت ہیں۔ ”زیتون پروجیکٹ“ کے مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے تعلیمی ادارے تیار کیے جائیں، جو معاشرے کو ایسے تخلیقی اور فکری ذہن فراہم کرے جو صرف ملک وملت کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے معاشرے کو اس کا بہترین کل دینے کے لیے کام کریں۔ اس کے علاوہ بھی زیتون پروجیکٹ تعلیمی نظام کے حوالے سے بہت سی ایسی سرگرمیاں سر انجام دینا چاہتا ہے جو پاکستان کے اس تعلیمی ڈھانچے کو بہتر اور معیاری بنانے میں معاون ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ”زیتون پروجیکٹ“ کو بہتری کی ان تمام کاوشوں کو کام یابی سے ہم کنار فرمائے۔

جامعہ بیت السلام تلہ گنگ کیمپس ٹو میں چوتھے سالانہ اصلاحی اجتماع کا انعقاد، مولانا سلیم اللہ خان صاحب مہمانِ خصوصی، ہزاروں افراد کی شرکت

ملک وملت کے لیے مدارس کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں: اعجاز الحق، اصلاحِ امت کے لیے مدارس کا کلیدی کردار ہے: صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

طلبہ نے عربی، انگریزی، اردو تینوں زبانوں میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا، بالخصوص اردو زبان میں بہترین بیت بازی اور ایک طالب علم کی بارہ لہجوں میں تلاوتِ کلام پاک

جامعہ بیت السلام تلہ گنگ کیمپس ٹو تلہ گنگ میں گزشتہ ماہ تعلیمی سال کے اختتام پر چوتھے سالانہ اصلاحی اجتماع کا انعقاد ہوا جس میں ملک کی کئی اہم ترین شخصیات نے شرکت کی۔ ہزاروں افراد کے اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ اصلاح امت کے لیے مدارس کا کلیدی کردار ہے، نیز وفاق کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا قاضی عبد الرشید نے کہا کہ مدارس دینی و ملی خدمات میں مصروفِ عمل ہیں، اسی طرح سابق وفاقی وزیر اعجاز الحق نے کہا کہ ملک وملت کے لیے مدارس کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ دیگر مقررین نے جامعہ بیت السلام کی خدمات کو سراہا اور کہا کہ جامعہ بیت السلام ایک دینی درس گاہ کے ساتھ عملی تربیت گاہ بھی ہے، جامعہ بیت السلام نے اِن بچوں پر اتنی محنت کی کہ گویا گدڑی میں لعل پیدا کر دیے ہیں۔ جامعہ بیت السلام کا ماحول جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اعلیٰ اور معیاری ہے۔ اس موقع پر اساتذہ کی محنت اور لگن سے تیار ہونے والے بچوں نے انگریزی و عربی میں تقاریر اور حمد و نعت پیش کیں۔ بالخصوص جامعہ کے طلبہ نے اردو زبان میں بیت بازی کا بہترین مقابلہ پیش کیا، جسے سامعین نے بہت سراہا، اسی طرح ایک طالب علم نے بارہ لہجوں میں تلاوتِ کلام پاک کر کے سامعین کے دِلوں کو محظوظ فرمایا۔ اس موقع پر جامعہ بیت السلام سے حفظِ قرآن پاک مکمل کرنے والے 38 حافظ بچوں کی دستار بندی بھی ہوئی۔ اس موقع پر جامعہ بیت السلام تلہ گنگ کے مہتمم مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ نے فرمایا کہ طلبہ میں صلاحیتیں موجود ہیں، بیت السلام کے اساتذہ نے اخلاص اور انتہائی محنت سے ان معصوم بچوں کو ملک و ملت کے لیے قیمتی سرمایہ بنانے کی کوشش کی ہے۔

J.
75

Brighto
76